ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۴ نومبر ۱۹۶۷ء
۲۱ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ حَافَظَ عَلٰی اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار اور اس کے بعد چار رکعتوں پر مداومت کرے گا تو اللہ تعالےٰ اس کو دوزخ پر حرام کر دے گا — ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ السَّائِبِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: "اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِیْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد ظہر کے (فرضوں) سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ یہ وقت ایسا متبرک ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی عمل (خیر) اس وقت اوپر چلا جائے — یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب (کسی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کی نماز کے بعد پڑھتے — اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ (کبھی کبھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ جن کے درمیان آپ اس طرح فصل کرتے کہ ملائکہ مقربین اور ان کے متبعین (تابعداری کرنے والے) مسلمانوں اور ایمانداروں پر سلام کرتے تھے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا" رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اس آدمی پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھا کرے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا اور کہا حدیث حسن ہے۔

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی کبھی) عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے — ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ، قَالَ فِی الثَّالِثَةِ: "لِمَنْ شَآءَ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو۔ (دو مرتبہ آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے) اور تیسری مرتبہ فرمایا۔ جو چاہے پڑھے (تاکہ لوگ اسے مؤکدہ نہ سمجھ لیں) بخاری۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں — کہ میں نے بڑے بڑے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ مغرب کے وقت (سنتیں ادا کرنے کے لئے) ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۴ | ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۴ر نومبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۲۹

خلافتِ راشدہ سے مذاق

پچھلے دنوں گورنر مشرقی پاکستان جناب عبدالمنعم خاں صاحب نے اپنے ایک بیان میں موجودہ نظامِ حکومت کو خلفائے راشدین کے نظامِ حکومت سے مناسبت دی جو ہمارے نزدیک بہت بڑی جسارت ہے اور معلوم ہوتا ہے یہ بیان انہوں نے بلا سوچے سمجھے دے دیا ہے یا وہ خلافتِ راشدہ کے نظامِ حکومت سے محض سرسری سے واقفیت رکھتے ہیں ہمارے خیال میں حکومت کی تعریف اور مدح سرائی جائز حدود تک کوئی بُری بات نہیں ۔ اور ہم خود بھی حکومت کی اچھی باتوں کو سراہتے رہتے ہیں اور غلط باتوں پر تنقید کرتے رہتے ہیں لیکن ثناخوانی میں اس قدر تجاوز کر جانا کہ حدود و قیود کا خیال ہی نہ رہے کسی طرح مستحسن نہیں اور نہ اسے کوئی ذی شعور پسند ہی کر سکتا ہے ۔ نظام صدارتی ہو یا پارلیمانی اپنے اندر اچھائیاں بھی رکھتا ہے اور اس میں برائیاں بھی ہو سکتی ہیں اور اگر تجزیہ کیا جائے تو مخلوق کا وضع کردہ کوئی قانون بھی نقائص سے پاک ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے دنیوی نظاموں کی تعریف وہی مناسب ہے جس میں مبالغہ نہ ہو ۔ نقائص اور ہر قسم کے عیوب سے پاک فقط اللہ رب العزت کا وضع کردہ قانون ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ کرکے دکھایا اور جس کی عملی تصویر خلافتِ راشدہ کا نظامِ حکومت ہے ۔ چنانچہ اُس حکومت سے کسی نظامِ حکومت کو مناسبت یا مماثلت دینا اسلام سے مذاق کے مترادف ہوگا ۔ کیونکہ اس طرح لوگ خلافتِ راشدہ کے دَور کو بھی جو اسلامی نظامِ حکومت کی عملی شکل تھی موجودہ نظام ہائے حکومت کے کھاتے میں شمار کرنے لگیں گے اور ان کے نقائص و عیوب دیکھ کر اسلامی حکومت کے صاف و شفاف چہرے پر بھی داغ محسوس کرنے لگیں گے ۔ جس سے اسلامی نظامِ حکومت کی قدر و قیمت غیروں کے دل و دماغ ہی میں نہیں بلکہ اپنوں کے دلوں میں بھی کم ہوگی اور اس سے ملکی و قومی وقار میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا ۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ ملک سے معاشرتی جرائم ، سماجی بدعنوانیاں اور اخلاقی بے ضابطگیاں جلد از جلد ختم ہوں ہوں ، بھوک اور افلاس کا قلع قمع ہو جائے ، ہر طرف مساوات و اخوت اور آسودگی و خوشحالی کا دَور دورہ ہو اور عوام و خواص کی سیرتیں اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوئی نظر آئیں تاکہ ہمارا ملک واقعی اسلامی ملک کہلائے اور دوسرے ممالک کے مبصرین گواہی دیں کہ پاکستان کا نظامِ حکومت فی الواقعہ خلافتِ راشدہ کے نظامِ حکومت کی نقل ہے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ صوبائی وزراء کے لئے دس لاکھ روپے کی لاگت سے پندرہ ائرکنڈیشنڈ کاریں درآمد کی جا رہی ہیں ۔ با اثر لوگوں ، اونچے افسروں ، حاشیہ بردار افراد اور صوبائی و مرکزی اسمبلی کے اراکین کو جائز و ناجائز مراعات دی جا رہی ہیں ملک کی دولت چند جاگیرداروں ، چند کارخانہ داروں ، سیاسی طالع آزماؤں اور سمگلر ٹائپ عناصر میں محدود ہو کر رہ گئی ہے ، رشوت ستانی ، بے حیائی ، خود غرضی ، اور مختلف قسم کی بدعنوانیاں اربابِ اقتدار کے بیانات اور دل خوش کن دعاوی کے باوجود شباب پر ہیں ، ملک کی اسی فیصد آبادی محض دو وقت کی سوکھی روٹی پر گزر اوقات کرنے پر مجبور ہے ، پندرہ فیصد آبادی نانِ شبینہ تک کو ترس رہی ہے ۔ اور چار فیصد عوام اپنی سفید پوشی کو برقرار رکھنے کے لئے پریشان اور مضطرب الحال ہیں ۔

جب پاکستان جیسے غذائی قلت کے شکار اور مقروض ملک کے کارپردازوں کا معیارِ زندگی اتنا اونچا ہو ، ملکی سرمایہ صرف چند گھرانوں میں سمٹ کر رہ گیا ہو اور عوام کی فلاکت زدگی کا یہ عالم ہو اور بدعنوانیاں باوجود حکومت کی دھمکیوں کے نہ رکتی ہوں تو ایسے نظامِ حکومت کو خلافتِ راشدہ کے نظامِ حکومت سے تشبیہ دینا مذاق نہیں تو اور کیا ہے ؟ حالانکہ خود کارپردازانِ مملکت بھی خوب جانتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا دَور تاریخ اسلام ہی کا نہیں تاریخِ کائنات کا سب سے بہترین اور مثالی دَور ہے اور اس کی نظیر تاریخِ انسانیت میں نہیں ملتی —— محترم عبدالمنعم صاحب کو اس حکومت کا رکن ہونے کی حیثیت سے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کی اچھائیاں بیان کریں ، موجودہ نظامِ حکومت کی خوبیاں آشکار کریں اور اپنی صوابدید کے مطابق اسے تمام گذشتہ حکومتوں سے بہتر قرار دیں ، لیکن یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسے خلافتِ راشدہ کے نظامِ حکومت کا مثیل قرار دیں ۔ ہمیں خود بھی موجودہ حکومت کی بہت سی دنیوی خوبیوں اور ترقیوں کا اعتراف ہے اور موجودہ نظامِ حکومت کی بعض شقیں قابلِ تحسین بھی ہیں ۔ لیکن

(باقی صفحہ ۶ پر)

مرحبا اے محترم مہمان ما صد مرحبا

خوش قسمتی کہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں امیر جامعہ حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب کے والد بزرگوار حضرت الحاج سید محمد میاں صاحب مدظلہم العالی مفتی و شیخ الحدیث جامعہ امینیہ دہلی جو علماء حق کے کارنامے ، علماء حق کا شاندار ماضی اور دیگر کئی بلند پایہ علمی کتابوں کے مصنف و مؤلف ہیں تشریف لا چکے ہیں ۔ آنجناب ۲۶ر شعبان (۳۰ر نومبر) تک جامعہ میں قیام فرمائیں گے ۔ بعدہٗ دہلی واپس تشریف لے جائیں گے ۔ (حبیب الرحمٰن اشرف)

مجلسِ ذکر

۶ر رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۹ر نومبر ۱۹۶۷ء

استقبال رمضان المبارک

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم ایم - اے

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد :-
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں صحت و تندرستی کے ساتھ اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کو ہم گن ہی نہیں سکتے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں، اللہ تعالیٰ کی تعریف کے گن گائیں، اسی کے سامنے جھکیں۔ اپنی مشکلات اسی کے سامنے پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔

دنیا کی ہر ایک نعمت اور چیز اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کے لئے پیدا فرمائی ہے۔ سردیوں میں سردی سے بچنے اور گرمیوں میں گرمی سے بچنے کے سامان پیدا فرماتے ہیں۔ اس نے ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی ہر لمحہ اور ہر حال میں اس کی عبادت اور یاد کرتے رہیں، اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ شعبان کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے۔ آپ جب روزے رکھنے پر آتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ افطار کریں گے ہی نہیں۔

محترم حضرات! جس طرح ہم فرض نماز کے ساتھ نفل نماز ادا کرتے ہیں اسی طرح ہمیں فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھنے چاہئیں اور اس مبارک شعبان کے مہینہ میں اس نعمت سے فائدہ اٹھانا چاہئے ——— ہمیں رمضان المبارک کے مبارک اور رحمتوں والے مہینہ کا پرزور استقبال کرنا چاہئے۔ ابھی سے ہر بُرے اور خراب کام کو ترک کر دینا چاہئے اور ہر نیک عمل کرنے کی عادت ڈالنی چاہیئے تاکہ رمضان کے مہینہ میں ہم کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و ذکر کر سکیں اور ہر بُرے کام سے بچ سکیں۔

قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ ذکر، شکر اور صبر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا دل و زبان سے شکر بجا لائیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر و عبادت کریں۔ اور اتباع نبویؐ میں اگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو صبر سے کام لیں۔ اور اپنا تن من دھن سب قربان کر دیں۔ ہماری فرمانبرداری اسی میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان اور ارشاد پر عمل کریں، آپؐ کے نقش قدم پر چل کر اپنی ساری زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ کھاؤ پیو اور اپنے حقوق کی حفاظت کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہر وقت کمانے ہی رہو اور میری یاد اور عبادت سے بالکل منہ موڑ لو بلکہ حلال ذریعہ سے خوب کماؤ اور عبادت کے لئے ۵ وقت بارگاہِ الٰہی میں ضرور حاضر ہو جاؤ۔

اگر ہم حضورؐ کے اتباع میں اپنے شب و روز گزاریں گے تو ہمارا ہر لمحہ اور ہر حال عبادت میں تصور ہوگا۔ نماز کی تیاری میں بول و براز سے فارغ ہونا، مسجد کی طرف چل کر جانا، نماز کے انتظار میں دکان یا دفتر میں بیٹھ کر کام کرنا اور حلال رزق کی تلاش میں کوشش کرنا وغیرہ سب عبادت میں شمار ہوں گے۔

معزز حاضرین! بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے آج اتباع نبویؐ کو چھوڑ دیا ہے اور اپنی مرضی کا اسلام بنایا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:-

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ۔ (بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں)

لیکن ہم معراج شریف اور شب برأت کے موقع پر خوب دل کھول کر فضول خرچ کرتے ہیں، آتش بازی، چراغاں، جھنڈیوں پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اس کو عین اسلام سمجھتے ہیں۔ اور جو ان خرافات سے روکے اس کو وہابی اور بے ایمان کہتے ہیں۔

حضرات! یاد رکھیں کہ صحابہ کرام رضہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ عشق و محبت تھی۔ انہوں نے کبھی اس قسم کی خرافات نہ کیں اور نہ ہی کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اگر چراغاں اور آتش بازی اور جھنڈیاں لگانا عشق نبویؐ کی علامت ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کرتے۔ یہ سب گناہ عظیم ہے اور دولت کا ضیاع ہے، ہمیں اس دولت کو نیک کاموں میں خرچ کرنا چاہئے۔ یتامیٰ اور بیواؤں کی امداد کے لئے اور دینی مدارس میں روپیہ لگانا چاہئے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میری ۶۵ سالہ زندگی کا نچوڑ یہ ہے کہ ایمان اللہ کے فضل سے نصیب ہوتا ہے اور اللہ کے فضل ہی سے باقی رہتا ہے۔ قبر سے پہلے ہر وقت ایمان کا خطرہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہر وقت بچتے رہنا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے سلامتی ایمان کی ہمہ وقت دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کا پرزور استقبال کرنے اور اس مہینہ میں کثرت سے عبادت و ذکر کی توفیق بخشے۔ آمین!

۱۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۷ر نومبر ۱۹۶۷ء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○

ترجمہ: اور جو کوئی رسول کے مخالف کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرح چلائیں گے۔ جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

بزرگانِ محترم! خالقِ کائنات نے نوعِ انسانی کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ اور اسے زندگی کے لمحات بسر کرنے کے لئے اپنے گرد و پیش کے انسانی افراد سے اطوار و طریق سیکھنا پڑتے ہیں۔ لیکن حیوانات کو خدائے علیم و حکیم القائے طبعی سے نوازتے ہیں اور وہ اس الہام طبعی سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے ضروریاتِ زندگی سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں۔ انسان کی ابتدائی زندگی یعنی بچپن میں اگرچہ شیر مادر کے حصول اور اس کے طلب کرنے میں القائے طبعی سے نوازا جاتا ہے مگر جب بڑا ہوتا ہے تو مادی اور روحانی دونوں ضروریات حاصل کرنے کے لئے اُسے کسی ایسے رہنما اور قائد کی ضرورت پیش آتی ہے کہ جس سے وہ روحانی اور مادی ہر دو ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کے گر سیکھے اور اُسے ثمرۂ دنیا و آخرت میسر آئے۔

مادی تعلیم کے استاد کے لئے صرف اس قدر ضروری ہے کہ وہ اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو لیکن روحانی استاد کے لئے لازم ہے کہ وہ روحانیت میں مہارت تامہ کے ساتھ ساتھ ایمان و یقین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو اور اس کی زندگی کا ہر گوشہ دوسرے لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ اور مشعلِ راہ بن سکے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اس مقصد کی تکمیل کی خاطر انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو مبعوث فرمایا۔ کہ وہی مخلوق خدا میں سب سے برتر، اعلیٰ اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔ اور اس سلسلے کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے ـــــ جن کی فرمانبرداری اور اتباع اب ساری کائنات کے لئے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح کا باعث، نجات کا ذریعہ اور جنت کی ضمانت ہے اور آپ کے وضع کردہ قوانین ہی مخلوقِ خداوندی کے لئے سامان ہدایت اور دارین میں علوِ مراتب و درجات کا سبب ہیں اور انہی پر عمل پیرا ہونے سے کائناتِ انسانی کی مشکلات کا حل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے آیتِ مذکورہ میں آپ کی مخالفت پر سخت وعید کی نشاندہی کی گئی ہے اور چونکہ آپ کے بعد کوئی اور نیا نبی جنم نہیں لے گا اس لئے آپؐ کی تیار کردہ جماعتِ مومنین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی نمونۂ ہدایت قرار دیا گیا اور ان کی راہ سے گریز اور روگردانی کو بھی مستوجب سزا اور دخول فی الجہنم کا سبب گردانا گیا ہے۔

لہٰذا خیر اسی میں ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے ہر گوشے میں جینے، مرنے، بیاہ شادی، معاملات و معاشرت، سیاسیات و اقتصادیات غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنائیں اور ہر اس رسم و رواج کو ترک کر دیں جس کی رہنمائی کا سہرا غیروں کے سر پر بندھا ہوا ہے۔ سیاسی لحاظ سے بھی دنیا میں وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جن کا اپنا تمدن، اپنی تہذیب اور اپنا مستقل کلچر موجود ہوتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قومیں جوں جوں غیروں کے رسم و رواج کو اپناتی رہیں ان کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹتا گیا۔ اور وہ غیر قوموں میں مدغم ہوتی چلی گئیں۔ اسی لئے آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے شیرازے کو جمع رکھنے، اغیار کی دست بُرد سے بچانے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو زندہ و تابندہ رکھنے کی غرض سے ارشاد فرمایا:-

من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو مسلمان کسی قوم کی کسی لحاظ سے بھی مشابہت کرے گا وہ انہیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

برادرانِ اسلام! سوائے ساداتِ کرام اور انصارِ مدینہ کی اولاد کے کہ جو سرزمینِ حجاز سے تشریف لائے ہیں اور ان کی تعداد اس ملک میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ باقی تمام مسلمان غیر اقوام سے نکل کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں اور اکثر و بیشتر تو ہندو قوم سے شکار ہو کر آئے ہیں۔ اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔ اُن بزرگانِ دین کی قبروں پر کہ جنہوں نے

شریعتِ مطہرہ کی تبلیغ اور اپنی باطنی توجہات کے فیوض سے ہم ہندی مسلمانوں کو دولتِ اسلام سے مالا مال کیا لیکن بزرگوں کو اتنی فرصت نہیں ملی کہ تمام نو مسلموں کو پورے اسلامی تمدن اور کلچر پر چلا جاتے۔ لہٰذا اکثر رسمیں جو کہ ہندو قوم میں رائج تھیں وراثتاً ہمارے حصے میں آئیں اور وہ ویسی کی ویسی معمولی رد و بدل کے بعد ہم میں بھی رائج چلی آتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر اسلامی لیبل چڑھا لیا گیا ہے اور اب یہ اصل حقیقت کے برعکس مذہبی شعار سمجھی جانے لگی ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ:

ہر کفرے کہ کہنہ شد مسلمانی شد

یہ مرنے کے بعد تیجا، چوتھا اور اور چالیسواں وغیرہ ہنود ہی کی نقل ہے۔ ان کے ہاں میت کے تیسرے دن پھول ہوتے ہیں ہم نے دیکھا دیکھی "قل" کو رواج دے دیا۔ ان کے ہاں چالیسویں دن اکٹھ ہوتا ہے ہم نے چالیسویں کی رسم اختیار کر لی اور پھر میت کے ترکے کو خرچ کرنے میں ایسی بے احتیاطی برتتے ہیں کہ دوسروں کا حق غصب کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کا واضح ارشاد ہے۔ "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق مت کھاؤ۔

مزید برآں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مال میراث میں یتیموں کا بھی حق ہوتا ہے جس کے متعلق یہ وعید آئی ہے۔ ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیرا۔ جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ دوزخ کی آگ اپنے پیٹوں میں داخل کر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔

حضرات! یاد رکھئے! خواہ کوئی مولوی ہو، پیر ہو یا رشتہ دار۔ یتیم کا مال کھانے والے سب جہنم میں جائیں گے۔

اسی طرح مسلمان بیاہ شادیوں میں بھی عموماً ہندوانہ رسومات پر عمل کرتے ہیں۔ سہرا، گانا، مہندی اور باجے گاجے وغیرہ یہ سب ہندوانہ رسومات ہیں اور ہندوؤں کے تمدن کا حصہ ہیں۔ جو ہندی مسلمانوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں لے لی ہیں اور یہ اب اس قدر اہمیت اختیار کر گئی ہیں کہ دین کا جزو سمجھی جانے لگی ہیں اور کوئی حق پرست اللہ کا بندہ ان سے باز رہنے کی تلقین کرے تو جھٹ اس پر طرح طرح کے فتوے لگا دیتے جاتے ہیں۔ خواہ وہ سچا اور کھرا سنی مسلمان ہو اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتا ہو۔ اسی حقیقتِ حال کے پیشِ نظر حالی مرحوم کو کہنا پڑا تھا ؎

یہ امت رسومات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

اور انگریزی تعلیم و تربیت نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے اور اب حال یہ ہو گیا ہے ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو؟ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

برادرانِ عزیز! غیروں کی رسومات اپنانے سے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے نہیں ہم ملک و قوم کے بھی مجرم ٹھہرتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے اور قوم کی اقتصادی اور معاشی بدحالی کے اسباب کا سراغ لگایا جائے تو اس میں [illegible] فیصد حصہ ان رسومات و رواج کا ہوگا جن کی طرف میں اکثر توجہ مبذول کراتا رہتا ہوں۔

ہمارے حضرت قطب العالم شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ جس نے ہولی کے دن ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے دیکھ کر پاس سے گذرتے ہوتے ایک گدھے پر پان تھوکا اور کہا "تجھے تو کسی نے نہیں رنگا، لے تجھے ہم رنگے دیتے ہیں"۔ وفات کے بعد اس بزرگ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ ان کے سب گناہ تو معاف ہو گئے ہیں لیکن زبان پر ایک سانپ متعین ہے اور وہ اسے ڈس رہا ہے اور یہ عذاب غیر قوم کے تہوار میں حصہ لینے اور ان کی تقلید پر ہو رہا ہے۔

اللّٰھم اعذنا منہ و جمیع المسلمین۔ آمین!

اے اللہ! ہم سب مسلمانوں کو غیروں کی تقلید اور رسومات سے بچا، سنت نبوی پر چلا اور عذاب آخرت سے محفوظ فرما۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ: اداریہ

مجموعی طور پر اسے خلافتِ راشدہ کے نظامِ حکومت سے مماثلت دینے کو ہم ایک نازیبا جسارت تصور کرتے ہیں۔

آخر میں ہم اس قدر گذارش کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اگر یہ بات کسی عام آدمی کی زبان سے نکلتی تو اسے ہرگز در خورِ اعتناء نہ سمجھا جاتا لیکن حکومت کے ایک ذمہ دار اور مقتدر رکن کی زبان سے موجودہ حالات میں ایسا بیان ستم ظریفی ہے۔ ہاں اگر صاحبِ موصوف موجودہ نظام کو کتاب و سنت کے مطابق بنانے کے عزم کا اظہار فرماتے یا اسے خلافتِ راشدہ کے نظامِ حکومت کی پیروی کی ایک ادنیٰ کوشش قرار دیتے تو ہم یقیناً انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے

وما علینا الا البلاغ۔

پروگرام

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

۲۴ر نومبر بروز جمعہ پونے چھ بجے شام نشری تقریر از ریڈیو پاکستان لاہور

۲۵ر نومبر بروز ہفتہ ۷ بجے صبح روانگی برائے راولپنڈی بذریعہ ریل کار ریلوے سٹیشن سے واہ کینٹ بذریعہ کار تشریف لے جائیں گے

۲۶ر نومبر بروز اتوار صبح ۱۰ بجے افتتاح درسِ حدیث بنگلہ ۱۵ جامن روڈ سینٹرل پارک۔ درس کے بعد بذریعہ ریل کار واپسی برائے لاہور (انشاء اللہ) حضرت مولانا قاضی عبد اللطیف صاحب جہلم بھی تشریف لائیں گے اور قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب حسبِ معمول درسِ قرآن دیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

مدرسۃ البنات انجمن خدام الدین
کے

شعبہ خیاطی کی نمائش

مورخہ ۲۴ر ۲۵ر ۲۶ر نومبر ۱۹۶۷ء کو مدرسہ ہذا میں منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں مدرسہ کی بچیوں کے دستی و مشینی کام اور دیگر اونی اور تلہ و سلمہ سے کئے گئے کام کے نمونے رکھے جائیں گے۔ بچوں کے سوٹ، اونی سیٹ اور سویٹر وغیرہ اشیاء قابل فروخت ہونگی نمائش کے اوقات صبح ۹ تا ۱۲ بجے اور ۳ تا ۵ بجے دن ہوں گے

ناظم انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

مرتبہ
محمد عثمان غنی بی اے

منعقدہ
۲۴ ستمبر ۱۹۶۷ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے حدیث کی تعریف فرمائی کہ حدیث کسے کہتے ہیں؟ مَاثَبَتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا اَوْ فِعْلًا اَوْ تَقْرِيْرًا۔ حدیث ہر وہ بات ہے، حدیث ہر وہ کام ہے جو ثابت ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، قولاً، حضور نے ارشاد فرمایا اپنی زبان مبارک سے، حدیث ہے۔ فعلاً، حضور نے فعل کیا، کام کیا، یہ حدیث تقریراً، حضور کے سامنے کسی نے کیا، آپ نے روکا نہیں، یہ بھی حدیث ہے۔ نبی شرماتا نہیں کسی سے نبی ڈرتا نہیں کسی سے نبی مرعوب نہیں ہوتا کسی سے، نبی کے سامنے ناجائز بات تو ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ نہیں ہے کہ نبی کے سامنے ناجائز بات ہو اور نبی چپ ہو جائے یعنی جو کام امام الانبیاء نے کیا، وہ بھی حدیث، اسے نام سنت کا دے سکتے ہیں، جو بات حضورؐ نے اپنے منہ مبارک سے نکالی، وہ بھی حدیث اور جو حضورؐ کے سامنے کام کیا گیا، اور حضورؐ نے سکوت فرمایا یہ بھی حدیث ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات ہو اللہ کی مرضی کے خلاف اور حضور اس کو نہ روکیں؟ یہ منصب نبوت کے خلاف ہے۔ اس لیے نبی کے سامنے کوئی بات اگر کی جائے اور اللہ کو وہ ناپسند ہو تو نبی کو یہ حکم ہے کہ وہ فوراً روکے، اگر نبی نے سکوت اختیار کر لیا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند تھی اللہ کے نبی کو پسند تھی، اسے بھی ہم حدیث کہتے ہیں

یہ تو "حدیث" کی ایک چھوٹی سی تفصیل میں نے عرض کر دی کہ حدیث کہتے کسے ہیں آج کل ہمیں یہ بھی سمجھنا پڑتا ہے کہ حدیث کی ضرورت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پہ رحم و کرم فرمائے چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی دین کا پوسٹ مارٹم ہم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پوسٹ مارٹم کرنے سے بچائے اور تابعداری کی اللہ توفیق عطا فرمائے۔ حدیث کی ضرورت کیا ہے

میرے بزرگو "قرآن" مجید متن ہے اس کی تشریح محمد رسول اللہ کے اقوال۔ حضورؐ نے قرآن خالی پہنچایا ہی نہیں بلکہ سمجھایا بھی ہے۔ قرآن پہنچانے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ۔ اے میرے حبیب! ان تک پہنچا دے جو تجھ پہ نازل ہوا۔ اور پہنچانے کے ساتھ ساتھ کیا فرمایا؟ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمْ ان کے سامنے کھول کر بیان بھی کر دے۔ جو پہنچایا، وہ قرآن ہے، جو سمجھایا، وہ حدیث ہے۔ اگر حدیث کو نکال دیا جائے تو قرآن نہیں سمجھ آتا اس لیے قرآن کے انکار کرنے کا چھوٹا سا آسان طریقہ یہ بنا لیا گیا (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ایسے فتنوں سے)، کہ قرآن تو مانتے ہیں، حدیث نہیں مانتے۔ اور اس کے لیے پھر بہانے تلاش کیے گئے۔ کہ قرآن مکمل کتاب ہے تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے؟ ہمارے حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کو اللہ نے اس زمانے کا بہت بڑا امام تبلیغ اور امام رشد و ہدایت بنایا تھا، حضرت کی قدر تو پانچ چھ سو سال بعد آئے گی۔ آپؒ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا میں سارے شہر میں پھرا ہوں مجھے ایک وسوسہ ڈالا گیا کہ قرآن مجید جب کامل اور مکمل کتاب ہے تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے؟ کتنا عجیب سوال ہے انسان کے دماغ میں دھنس جاتا ہے حضرتؒ کے پاس لال رنگ کا قلم ہوتا تھا۔ اس نے کاغذ کے پرزے پہ لکھ کر سوال پیش کیا۔ درس قرآن مجید کے بعد۔ حضرتؒ نے فوراً قلم نکالا اور نیچے لکھا "قرآن مجید" کامل اور مکمل کتاب ہے لیکن ہمارے عقول ناقص ہیں اس لیے قرآن سمجھنے کے لیے حدیث کی ضرورت ہے، کتنا بڑا جواب ہے ہزاروں فلسفے حل کر گئے۔ قرآن نے فرمایا، اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ نماز قائم کرو، مشرک نہ بنو۔ اب نماز کسے کہتے ہیں جی؟ کسے پوچھیں گے نماز؟ مجھ سے آپ سے پوچھیں گے جس پہ قرآن نازل ہوا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) انہی سے پوچھا جائے گا کہ حضورؐ! قرآن میں آیا ہے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز کیا ہے؟ حضور نے جواب دیا صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ جیسے میں پڑھتا ہوں اس طرح پڑھو میں عملی تفسیر ہوں قرآن کی عائشہ صدیقہ جیسے فرماتی ہیں كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ امام الانبیاء کے اخلاق اگر دیکھنے ہوں تو قرآن کو دیکھو امام الانبیاء کی ساری سیرت قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ تو اس لیے میرے بزرگو! قرآن کو سمجھنے کے لیے حدیث کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید کی تشریح کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابہ کرام پہ دونوں فرض عائد ہوئے (۱) قرآن کا جمع کرنا (۲) حدیثوں کا جمع کرنا یہ الزام ہے کہ صحابہ نے حدیثیں جمع نہیں کیں۔ کون کہتا ہے جمع نہیں کیں؟ تم وہاں بیٹھے تھے جمع نہیں کیں؟ میں وہاں بیٹھا تھا جمع نہیں کیں؟ جس طرح قرآن جمع کیا، حدیثیں بھی جمع کیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ، عبداللہ ابن عمروؓ، ابن عاص اور دوسرے چند صحابہ کرام کی ڈیوٹی تھی وہ جو کچھ حضورؐ فرماتے تھے لکھ لیا کرتے تھے۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی ایک کتاب میں نقل فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کو یہودیوں نے طعنے دیئے کہ تم ہر بات حضورؐ کی لکھ لیتے ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک انسان ہیں، کبھی خوشی میں بولتے ہیں۔ کبھی غصے میں بولتے ہیں اور تم ہر بات لکھ لیتے ہو؟

نبوت کے متعلق تشریح کر دی گئی آج بھی بعض لوگوں نے تقسیم کی ہے کہ نبی کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ہے بحیثیت نبوت کے اور ایک ہے بحیثیت محمد بن عبداللہ کے (واللہ گمراہیوں سے مجھے آپ کو بچائے) کہتے ہیں محمد رسول اللہ کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت کیا ہے؟ محمد رسول اللہ، ایک حیثیت ہے محمد ابن عبداللہ۔ یعنی یونیفارم پہن لیں نبوت کا تو پھر نبی ہیں۔ اور گھر آ جائیں، پھر دفتر میں نبی نہیں ہوتے — لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ بھائی! نبی تو چارپائی پہ بھی نبی، نبی اپنے گھر میں بھی نبی، نبی مسجد میں بھی نبی، نبی صحرا میں بھی نبی، نبی بدر میں بھی نبی، نبی حنین میں بھی نبی، نبی عرش مجید سے آگے گیا تب بھی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آج روضۂ خضراء میں بھی نبی ہیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کبھی نہیں سلب ہوا کرتی نبوت کوئی

وقتی چیز نہیں ہوتی۔ یہ کوئی ڈیوٹیاں نہیں ہوتیں۔ نبی جسے بنا دیا وہ نبی بن گیا، نبوت کبھی نہیں سلب ہوتی۔ ولایت سلب ہوسکتی ہے۔ ولایت کبھی بھی کچھ ہے، کچھ عطائی ہے۔ ولی نے گڑبڑ کر دی، ولایت سلب ہو گئی، جنگلوں میں مارا مارا پھرے گا لیکن نبی سے نبوت کبھی نہیں سلب ہوسکتی —— کبھی بھی۔

تو حضرت ابوہریرہ رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! مجھے یہودی طعنہ دیتے ہیں کہ تم ہر بات لکھتے ہو نبی کی؟ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ تو حضور نے کیا فرمایا؟ فرمایا "لکھا کر وَاللّٰہِ مَا خَرَجَ مِنِّیْ اِلَّا الْحَقُّ"۔ مجھے خدا کی قسم ہے، میرے منہ سے وہی بات نکلتی ہے جو صحیح ہو۔ وَاللّٰہِ مجھے خدا کی قسم ہے، مَا خَرَجَ مِنِّیْ اِلَّا الْحَقُّ میرے منہ سے وہی بات نکلتی ہے جو حق ہو۔ اور قرآن بھی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے آگے پیچھے فرشتوں کی جماعت مقرر کر دیتے ہیں۔ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ خَلْفِہٖ رَصَدًا لِیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسالات کو پوری طرح پہنچائیں۔ نبی سے کوئی بات بھول نہیں جاتی۔ نبی سے اگر بھلائی جاتی ہے تو دوسری بات آ جاتی ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَآ اَوْ مِثْلِہَا (بقرہ) اگر بالفرض والتقدیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات فرمائی، اگر وہ بات اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف تھی تو فوراً تنبیہ کر دیا گیا۔ مثلاً ایک صحابی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں "اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا حضورؐ کا حکم ہے، اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں۔ (صحابہ کا فکر قیامت کا فکر تھا) دنیا میں رہے لیکن دل قیامت میں رکھا۔ اللہ مجھے آپ کو بھی ایسا ہی فکر نصیب فرمائے) عرض کی "اللہ کے نبی! اگر میں جہاد کروں اور ایسا جہاد کروں کہ اس جہاد میں میرا گھوڑا بھی شہید ہو جائے، زخمی ہو جائے، چُور چُور ہو جائے میں خود بھی شہید ہو جاؤں، میرے بدن کے پرزے پرزے اُڑا دیئے جائیں کیا اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟"۔ فکر ہے نا؟ "اللہ کے نبی!" اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف کر دے گا؟" فرمایا "یقیناً"، مجاہد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔ صحابی اٹھتے ہیں، مسجد سے نکلنے والے تھے کہ فوراً جبریل علیہ السلام آ گئے فرمایا "اے حبیب کریم! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم!" آپ نے اس صحابی کو جو جواب دیا ہے اس میں ذرا ترمیم کر دیجئے" کہ حضور! اسے فرما دیں کہ مجاہد فی سبیل اللہ کے سارے گناہ اللہ معاف کر دیتا ہے اِلَّا الدَّیْن" (قرض معاف نہیں ہوتا)۔ ہم کہتے ہیں قرض کی خیر ہے۔ گھر میں ریڈیو ہو، موٹر کار ہو، کوٹھی ہو، کار ہو، قرض کی خیر ہے۔ خیر کہاں ہے؟ بلایا فرمایا "بات سن!" دیکھا حضورؐ نے فوراً بلایا صحابی کو کہ "اِدھر آ، تو نے مجھ سے کیا پوچھا؟" صحابی نے پھر سوال دہرایا حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے جو تمہیں میں نے جواب دیا اس میں اتنی ترمیم کر لے کہ قرض کے بغیر مجاہد فی سبیل اللہ کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں —— تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جو ایک معمولی حکم دیا تھا، رب العالمین نے فوراً اس کی تفصیل فرما دی۔ اس لئے فرمایا وَاللّٰہِ مَا خَرَجَ مِنِّیْ اِلَّا الْحَقُّ"۔ مجھے خدا کی قسم ہے میرے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ بالکل صحیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحابہ کرام نے قرآن مجید بھی نقل کیا اور اسے بھی مضبوط رکھا اور احادیث نبویہ کو بھی جمع کیا یہ غلط بات ہے کہ حدیثیں بعد میں لکھی گئیں۔ حضورؐ کے اپنے زمانے میں حدیثوں کا مجموعہ مرتب ہو چکا تھا جیسے کہ "صادقہ"، لکھا ہے شبلی صاحب نے سیرت النبیؐ میں پڑھ لیجئے تاریخ کے بہت بڑے ماہر تھے ہمارے اس برصغیر کے علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے لکھا ہے کہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں حدیثوں

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ: حضرت شاہ عبدالعزیز رح

۲۔ ایک روز حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ عمر شباب میں مجھ کو ساٹھ ستر ہزار شعر عربی، فارسی، ہندی یاد تھے اب بھی دس گیارہ ہزار یاد ہوں گے

فیضِ صحبت

ایک مولوی بر صاحب متوطن دہلی دوسرے مولوی دھومن صاحب متوطن رام پور منیاراں ضلع سہارنپور یہ دونوں ظاہر میں کچھ لکھے پڑھے نہ تھے۔ لیکن بہ برکت صحبت جناب مولانا صاحب بڑے فاضل متبحر تھے۔ نواب مبارک علی خاں صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے دونوں کو دیکھا اور وعظ بھی سنا ہے۔ مولوی بر صاحب سے جو کہتے کہ کچھ وعظ فرمائیے تو وہ فرماتے کہ اچھا کچھ پڑھو۔ جب کلام مجید سے ایک رکوع پڑھ کر سنایا، مولوی صاحب نے اس کا بیان کرنا شروع کیا اس وقت ان کو تمام کلام مجید اور جملہ صحاح ستہ کتابیں حدیث شریف کی سب حفظ تھیں اور تمام علوم منقول و معقول و علم و معانی و کلام وغیرہ بیان ہوتے جاتے تھے اور کسی نے کچھ غلطی سہواً یا قصداً کی تو آپ فرماتے کہ اس میں غلطی ہے معنی درست نہیں ہوتے پھر جو کلام مجید میں دیکھتے تو فی التحقیق غلطی ہوتی تھی۔

انتقالِ پُرملال

جب حضرت مولانا کا اس جہان فانی سے انتقال ہوا کئی دن سے کچھ کھانا نہیں کھایا تھا اور مرض کی شدّت تھی، وعظ کا دن آیا۔ حضرت نے فرمایا مجھ کو پکڑے رہو جب میں بیان کرنے لگوں تب چھوڑ دیجیو۔ ویسا ہی کیا، پھر بدستور وعظ فرمانے لگے۔ ہزاروں آدمی جمع ہوتے تھے اور جس قدر آواز اشخاصِ قریب کے کان میں پہنچتی تھی اسی قدر اشخاص بعید کے کان میں پہنچتی تھی جو عالم فاضل سمجھتا تھا اسی قدر جاہل سمجھتا تھا —— راقم (نواب مبارک علیؒ) نے ایک مرتبہ بچشمِ خود دیکھا ہے کہ دو دکان دار زیور فروش آپس میں کہنے لگے کہ بھائی! آج میرا جانا وعظ میں نہیں ہوا۔ تُو گیا تھا؟ بیان فرمایا تھا اس نے کل حال مفصل بیان کیا بعد اس کے وعظ آیۃ شریفہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل کا فرمایا۔ اور اس کے مطابق نقدی و اسباب سب تقسیم فرمایا۔ بعد اس کے کچھ اشعار عربی کے پڑھے اور کچھ فارسی کے اور یہ شعر مشہور ؎

من نیز حاضر میشوم تصویر جاناں در بغل

آپ نے فرمایا ؎

من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآں در بغل

اور بہت شعر ایسے کہ ایک مصرعہ مصنف کا اور دوسرا اپنا پڑھا کئے۔ پھر آپ نے فرمایا کفن میرا اسی کپڑے کا ہو جو میں پہنتا ہوں۔ کرتہ آپ کا دھوتر کا اور گاڑھے کا پائجامہ ہوتا تھا۔ اور فرمایا۔ نماز جنازہ کی باہر شہر کے ہو اور بادشاہ میرے جنازے پر نہ آوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پچپن دفعہ نماز جنازہ ہوئی۔ جوق جوق لوگ آتے تھے اور پڑھتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رح

مرسلہ: ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

اسم گرامی

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بقیۃ السلف حجۃ الخلف، خاتم المفسرین امام المحدثین مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ جامع علم وحلم و زہد و ورع و تقویٰ تھے دور دور سے لوگ آپ کی خدمت فیض موہبت میں حاضر ہوتے اور سند تکمیل حاصل کر کے اپنے وطن کو مراجعت فرماتے اور نسبتِ تلمذی کو باعث فخر جانتے۔

ولادت باسعادت

آپ کی ۱۱۵۹ھ میں ولادت ہوئی تاریخی نام آپ کا غلام حلیم ہے تمام علوم آپ نے اپنے والد ماجد سے حاصل کیے

نسب

آپ کا نسب چونتیسویں پشت میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

مناقب

مولانا شاہ عبدالعزیز رح مرجع علماء و مشائخ تھے۔ تمام علوم متداولہ اور غیر متداولہ اور فنونِ عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ حافظہ آپ کا بہت قوی تھا صحاح ازبر تھی۔ تعبیر خواب میں بڑا ملکہ تھا، وعظ خوب فرماتے تھے۔ تمام علماء و فضلاء و فقراء و سلاطین اور امرائے شیعہ و سُنّی آپ کی مدح میں رطب اللسان تھے۔ صاحبِ دلائل و براہین تھے۔ موافق مخالف سب آپ کے معتقد تھے۔ ہر بات آپ کی قاطع حجت، ہر دلیل آپ کی محکم تھی۔ تفسیرِ عزیزی اول سورۂ بقرہ اور آخر میں پارہ تبارک الذی و عم جو ہندوستان میں اسی قدر دستیاب ہوتی ہے نہایت ہی محبوب اور مقبول خلائق ہے۔ علمائے سلف میں سے ایک نے بھی اس طرح کی کوئی تفسیر نہیں لکھی۔ اور کتاب تحفہ اثنا عشریہ اہل تشیع کے عقائد کے رد میں خوب لکھی ہے علماء شیعہ اب تک اس کے جواب سے لاجواب ہیں۔ اپنی تمام عمر کو آپ نے دینی کاموں میں صرف کیا ہے۔ ہمیشہ درس و تدریس و افتاء اور فصل خصومات اور وعظ و پند اور شاگردوں کی تہذیب و تکمیل میں مصروف رہتے تھے ہندوستان میں علم و عمل کی ریاست کا سکہ آپ کے بھائیوں ہی پر ختم ہے۔ خاص ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی ایسا کوئی نظر نہیں آتا جسے سند تلمذ یا استفادہ ظاہری و باطنی اس خاندان سے نہ ہو یا اسے باعثِ افتخار نہ جانتا ہو۔ علوم حدیث و فقہ حنفی کو آپ کے خاندان سے بے حد فروغ حاصل ہوا اور اس خاندان سے اس علم شریعت کی بہت خدمت ہوئی۔

آپ کا علمی تبحر

مولوی مدن صاحب جو بڑے فاضل تھے اور شاہجہان پور کے رہنے والے تھے ملاقاتِ جناب مولانا صاحب کے لئے مدرسہ میں آئے۔ مدرسہ کا بڑا مکان تھا شطرنجی کا فرش بچھا ہوا تھا اور ایک پلنگ بھی ایک طرف کو پڑا رہتا تھا۔ اکثر حضرت چہل قدمی فرماتے فرماتے اس پلنگ پر لیٹ جاتے، اور سب آدمی جو آتے فرش پر بیٹھتے۔ مولوی مدن نے کہا کہ مَیں تو فرش پر نہ بیٹھوں گا۔ حضرت نے فرمایا ان کے لیے اچھا پلنگ لاؤ۔ فوراً پلنگ نواڑی لا کر سوزنی تکیہ سے آراستہ کر دیا مولوی مدن اس پر بیٹھے اور کہا کہ مَیں آپ کی ملاقات کا بہت مشتاق تھا اور آپ سے گفتگو کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ نے پوچھا کس علم میں؟ مولوی مدن نے کہا علم معقول میں۔ حضرت نے فرمایا۔ ان کو مولوی رفیع الدین صاحب کے پاس (کہ چھوٹے بھائی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح کے اور فاضل متبحر تھے) لے جاؤ۔ مولوی مدن نے کہا مَیں تو آپ سے گفتگو کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ نہیں۔ ان ہی سے کیجئے۔ بعد اس کے مولوی مدن نے کہا۔ بس معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا۔ ہماری مجلس میں ایک دفعہ ذکر تھا کہ شاہ عبدالعزیز منقولی اور معقولی دونوں ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ فقط منقولی ہیں۔ حضرت نے فرمایا فقیر سوائے قال اللہ والرسول کے اور گفتگو کرنی بُرا جانتا ہے۔ اگر آپ کا ایسا ہی دل چاہتا ہے تو خیر، اچھا شروع کیجئے۔ مولوی مدن بھی بڑے معقول تھے۔ ان کے نزدیک جو مسئلہ لاینحل تھا بیان کیا جناب مولانا صاحب نے ایسا عمدہ جواب دیا کہ مولوی مدن پلنگ پر سے کود کر دُور جا کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ مجھ سے گستاخی ہوئی اور اس مدن کی عاقبت بگڑ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آئیے تشریف لائیے۔ انہوں نے کہا مولوی کون ہے میرا رتبہ یہ بھی نہیں ہے کہ جو لوگ آپ کے ہاں آتے ہیں ان کی جوتیاں اتارنے کی جگہ پر کھڑا رہوں۔ لِلّٰہ آپ میرا قصور معاف فرمایئے۔ غرض بعد معافی قصور فرش پر بیٹھے۔

آپ کی قوتِ حافظہ

ا۔ مسٹر ولیم فریزر صاحب بورڈ دہلی نے آ کر عرض کیا کہ مَیں بحکم سرکارِ ولایت کابل جاتا ہوں۔ حضرت مولانا صاحب نے حال راستہ کا مفصّل بیان فرمانا شروع کیا۔ فریزر صاحب نے سب حال انگریزی میں لکھ لیا کسی مقام پر بفاصلہ بعید حضرت مولانا صاحب نے چند درخت اور کنواں فرمایا تھا۔ فریزر صاحب جو وہاں پہنچے کنواں نہ تھا، لوگوں سے پوچھا انہوں نے ناواقفیت بیان کی، بوقت واپسی صاحب موصوف اس جگہ قیام پذیر ہوئے اور موضع کے قریب کے باشندوں سے بلا کر دریافت کیا۔ انہوں نے کنواں بتلایا۔ اور کہا۔ زمین میں دب گیا ہے۔ صاحب نے اس مقام کو کھدوا کر دیکھا تو واقعی کنواں تھا۔ جب صاحب دہلی آئے اور جناب مولانا صاحب کے پاس حاضر ہوئے تو صاحب نے عرض کیا جو راستہ میں آپ نے مقام و نشان بتلائے تھے سب پائے لیکن کنواں نہیں ملا۔ حضرت نے فرمایا۔ کنواں وہاں ضرور ہے مٹی میں دب گیا ہوگا۔ پھر صاحب نے مفصّل حال بیان کیا۔

(باقی صفحہ پر)

مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

حضرت نوح علیہ السلام

(۴)

پسرِ نوحؑ

اس مقام پر ایک مسئلہ خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ وہ یہ کہ حضرت نوح (علیہ السلام) نے طوفانی عذاب کے وقت خدائے تعالیٰ سے اپنے بیٹے کی نجات کے متعلق سفارش کی، اور خدائے تعالےٰ نے اُن کو اس سفارش سے روک دیا۔ اس مسئلہ کی اہمیت قرآن عزیز کی حسبِ ذیل آیات سے پیدا ہوتی ہے:۔

ونادیٰ نوح ربہٗ فقال رب ــــ تا ــــ وعلیٰ امم ممن معک۔ (ہود)

ترجمہ: اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل ہی میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تُو بہترین حاکموں میں سے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے کہا۔ اے نوحؑ! یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے یہ بدکردار ہے۔ پس تجھ کو ایسا سوال نہ کرنا چاہیئے۔ جس کے بارہ میں تجھ کو علم نہ ہو۔ بلاشبہ تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تُو نادانوں میں سے نہ بن۔ نوحؑ نے کہا۔ اے رب! مَیں بلا تردد اس بارہ میں کہ جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو مَیں تجھ سے سوال کروں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اگر تُو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو مَیں نقصان اٹھانے والوں میں ہونگا۔ نوحؑ سے کہہ دیا گیا۔ "اے نوحؑ! ہماری جانب سے تُو اور تیرے ہمراہی ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ زمین پر اُترو ــــ"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح (علیہ السلام) سے خدا کا وعدہ تھا کہ وہ ان کے اہل کو نجات دے گا۔ اس لئے حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے (کنعان) کے لئے دعا مانگی، جس پر رب العالمین کی جانب سے عتاب ہوا کہ تم کو جس شئے کا علم نہ ہو، اُس کے متعلق اس طرز سے سوال کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس پر حضرت نوحؑ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور خدائے تعالےٰ سے مغفرت و رحمت طلب کی اور اس کی جانب سے بھی خواہش کے مطابق جواب ملا۔

تو اب غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت نوح (علیہ السلام) کا سوال کس وعدہ پر مبنی تھا اور آیا وہ وعدہ پورا ہوا یا نہیں اور حضرت نوحؑ کو اس وعدہ کے سمجھنے میں کس قسم کی غلط فہمی ہوئی اور اللہ تعالےٰ کی تنبیہ پر انہوں نے کس طرح اصل حقیقت کو سمجھ لیا؟

اس سوال کے جواب میں حسبِ ذیل آیت قابلِ توجہ ہے:۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا ــــ تا ــــ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ (ہود)

ترجمہ: تا آنکہ جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا۔ اور تنور پانی سے اُبل پڑا تو ہم نے (نوحؑ سے) کہا کہ ہر جاندار میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں اٹھا لو۔ اور اس کے علاوہ جس پر خدا کا فرمان ناطق ہو چکا ہے" اپنے اہل کو بھی اور جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں ان کو بھی' اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ سے حق تعالےٰ نے یہ فرمایا تھا کہ تم اپنی اس کشتی میں جو اہل نجات کے لئے تیار کی گئی ہے اپنے اہل کو بٹھا لو لیکن تمہارا پورا کنبہ نجات یافتہ نہیں ہے بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جن پر خدا کے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے "الا من سبق علیہ القول"

چونکہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی بیوی کے سابقہ کافرانہ عقائد و اعمال کی بناء پر اس بات سے مایوس ہو چکے تھے کہ وہ خدائے برحق پر ایمان لاتے اور توحید کی آواز پر لبیک کہے اس لئے اس استثناء کا مصداق صرف اُسی کو سمجھے اور بیٹے کی محبت میں یہ خیال کرتے ہوتے کہ یہ نوعمر ہے شاید کشتی میں مومنین کی صحبت سے فائدہ اٹھا کر ایمان لے آئے اور کافروں کی مجالس کے اثرات کو محو کر دے خدائے تعالےٰ کے ارشاد "واھلک" سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درگاہِ الٰہی میں کنعان کی نجات کی دعا کی، مگر اللہ تعالےٰ کو اپنے جلیل القدر پیغمبر کا یہ "قیاس" پسند نہ آیا اور ان کو تنبیہ کی کہ جو ہستی خدا کی "وحی" سے ہر وقت مستفیض ہوتی رہتی ہو اس کو جذبۂ محبت پدری میں اس قدر سرشار نہ ہونا چاہیئے کہ "وحی الٰہی" کا انتظار کئے بغیر خود ہی قیاس آرائی کر کے انجام تک کا فیصلہ کر بیٹھے؟ حالانکہ وعدۂ نجات صرف مومنین کے لئے مخصوص ہے اور کنعان کافروں کے ساتھ کافر ہی رہیگا۔ بلاشبہ تمہارا اس قسم کا سوال منصبِ رسالت و نبوت کے شایانِ شان نہیں ہے

گویا حضرت نوحؑ سے خدائے تعالےٰ کا یہ خطاب دراصل "عتاب" نہیں تھا بلکہ مشاہدۂ حقیقت کے لئے ایک پکار تھی جس کو انہوں نے سنا اور اپنی بشریت و عبدیت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ مغفرت کے طالب ہوئے اور خدا کی سلامتی اور برکت حاصل کر کے شادکام و بامراد بنے۔ پس یہ سوال نہ معصیت کا سوال تھا اور نہ عصمتِ انبیاء کے منافی، اس لئے خطابِ الٰہی نے اس کو "نادانی" سے تعبیر کیا نہ کہ گناہ اور نافرمانی سے۔

بہرحال حضرت نوحؑ کے سامنے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ وعدۂ نجات کا منشاء "نسل و خاندان" نہیں ہے بلکہ "ایمان باللہ" ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنا رُخ بدل کر کنعان کو مخاطب کیا اور اپنا منصبِ دعوت ادا کرتے ہوئے چاہا کہ وہ بھی "مومن" بن کر "نجاتِ الٰہی" سے بہرہ ور ہو۔ مگر اس بدبخت نے جواب دیا۔

قال ساوی الیٰ جبل یعصمنی

(باقی صفحہ پر)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا فکر انگیز میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۶ فروری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ - پس تم اللہ سے ڈرو۔ تقوےٰ پھر آگیا۔ مسلمان کا سب سے بڑا ہتھیار، مسلمان کا سب سے بڑا اعتماد کیا ہے؟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ - پس تم اللہ سے ڈرو، اللہ کے ساتھ اپنا ربط قائم رکھو، اللہ کے باغی مت ہو۔

وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص اور صلح کرو آپس میں، اصلاح کرو آپس میں۔ یعنی یہ مت کہو کہ چونکہ میں جہاد میں شریک تھا۔ میں نے توپ چلائی، میں نے بندوق چلائی، میں نے نیزہ مارا لہٰذا مالِ غنیمت میرا ہی حصّہ ہے۔ تم تو وہاں پیچھے بیٹھے تھے۔ نہیں نہیں۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص آپس کی اصلاح کرو، آپس میں صلح کرو۔ تم جتنے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ہو، تم میدانِ جہاد میں شریک تھے اس لئے تم سارے کے سارے انفال کے مستحق ہو۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ اور بات مانو تم اللہ کی اور بات مانو تم اس کے رسولؐ کی، اگر تم یقین والے ہو۔ اِنْ کا معنی اِذْ بھی آتا ہے، جبکہ تم یقین والے ہو۔ تمہیں تو یقین حاصل ہو چکا ہے، تم دولتِ یقین سے مشرف ہو، تمہارا ایمان تو مصدق ایمان ہے، تمہارے ایمان کی تو تمہارے اعمال نے تصدیق کر دی۔ تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑا، اپنے وطن کو چھوڑا، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا، اپنی آسائشوں کو چھوڑا اور مدینہ منورہ تم پہنچے۔ یہ بات دلیل ہے کہ تم کو یقین ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر۔ اس لئے اِنْ کا معنی اِذْ بھی آسکتا ہے۔ اور بعض علمائے تفسیر نے لکھا ہے اور اِنْ بھی ہے۔ اگر تم واقعی ایمان دار ہو تو پھر تمہیں اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے، اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرنی چاہیے اور تمہارے سامنے جب اللہ کا نام آجائے تو پھر تمہارا اپنا عقل و دماغ کوئی بھی وہاں پر کامرانی یا پیشوائی کے لئے قدم نہ اٹھائے۔ چنانچہ مومن کی تعریف یا فرمائی کہ مومن کیسے ہو؟

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ - بڑی سخت آیت ہے اور بڑی پیاری آیت ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ — اِنَّمَا کا کلمہ عربی میں حصر کے لئے آتا ہے، بند کرنے کے لئے۔ یعنی مومن کی تعریف یہی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط پڑھنے والے کے دل میں اگر ایمان راسخ ہو چکا ہے تو اُس کی نشانیاں کیا ہیں؟ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بے شک، یقین سمجھو، مومن صرف وہی لوگ ہیں۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ جو بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو، جب اللہ کا نام لیا جائے ذُكِرَ اللّٰهُ - اللہ کا نام لیا جائے۔ تو پھر — وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ تو ان کے دل ڈر جائیں، دل دہل جائیں، اللہ تعالیٰ کی بات کے سامنے اُن کے دل میں یہ شائبہ ہی نہ پیدا ہو کہ ہم بھی اپنی کچھ رائے رکھتے ہیں۔ مومن کی پہلی علامت کیا بتائی سورتِ انفال میں؟ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ - مومن وہ ہے جس نے کلمہ پڑھا، اسلامی عقیدوں کا اقرار کیا، کچھ تھوڑی بہت عبادات بھی کرتا ہے۔ لیکن اُس کے ناپنے کا معیار کیا ہے؟ میٹر کیا ہے؟ ہماری انگریزی میں اُس کا میٹر (METER) کیا ہے؟ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

اُس کی پہلی نشانی یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر اس کے سامنے آتے وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ اس کا دل ڈر جائے کہ اللہ کی بات؟ دیکھو بھائی! ہمارے اکثر دوست ملازم ہیں۔ جب ہمارے سامنے ہمارے کسی افسرِ اعلیٰ کی کوئی چٹھی آجاتی ہے تو ہم اس چٹھی کو ویسے ضائع نہیں ہونے دیتے۔ سوچتے ہیں، غور کرتے ہیں، جتنے اوپر کے افسر کی بات ہو اتنا ہی غور سے سوچتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جی اُتوں حکم آیا اے۔ بڑے وڈے صاحب کا حکم ہے "بڑے صاحب" کے حکم کو تو ہم سوچتے ہیں لیکن جو سب کا مالک، احکم الحاکمین، سب بادشاہوں کا بادشاہ، مالک الملک ہے، فرمایا کہ اُس کا نام آتے ہی مومن کی علامت ہے وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ اس کا دل ڈر جائے، دل گھبرا جائے کہ یا اللہ! مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے، یا اللہ! مجھ سے کوئی تیری نافرمانی نہ ہو جائے۔ یہ پہلی علامت ہے مسلمان کی کہ جب اللہ کا نام آئے تو فوراً دل ڈر جائے، دل میں خشیت پیدا ہو جائے، صرف اللہ کے نام سے۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ - دیکھ لیجئے جب اللہ کا ذکر کیا جائے، اللہ کا نام لیا جائے کہ اللہ یوں فرماتے ہیں، اللہ کا یہ ارشاد ہے۔ تو کیا ہو؟ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ دل ڈر جائے، دل میں خشیت پیدا ہو جائے، دل میں خوف پیدا ہو جائے۔ اس لئے میرے بزرگو! قرآن میں دیکھ لیجئے فرمایا۔ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ (سورۂ بقرہ میں آتا ہے) اے مسلمانو! تم اللہ کے نام کو نشانہ نہ بناؤ اپنی قسموں کا، یعنی بات بات پر اللہ کے نام کی قسمیں مت کھاؤ۔ اللہ کے نام کو (نعوذ باللہ تم نعوذ باللہ) ایسا ہلکا مت سمجھو کہ چھوٹی سی بات پر خدا کی قسم کھا لی۔ اللہ تعالےٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ مت بناؤ، اللہ کی عظمت کا اعتراف کرو۔ اللہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ اللہ تعالےٰ کو وہ عظمت دو جس عظمت کا وہ مستحق ہے۔ اس لئے فقہاء نے یہاں پر یہ مسئلہ بھی لکھا ہے۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع الصغیر میں ایک حدیث نقل کی کہ جب دو آدمی آپس میں جھگڑیں،

جیسے کہ ہمارے ہاں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں تو جو آدمی اللہ تعالیٰ کی قسم پر اعتبار نہیں کرتا وہ تو بڑا گنہ گار ہے۔ یعنی جب دو آدمی جھگڑتے ہیں آپس میں، مدعی کے پاس شہادت نہ ہو اور مدعا علیہ کے وہ قسم دینا چاہیے تو یہ ہے کہ وہ قسم کھائے کہ میں نے تیرا قرض نہیں دینا یا جو تو دعوے کر رہا ہے اس دعوے میں تو غلط ہے اور میں سچا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں عربی میں اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ فقہاء نے ایک قاعدہ بیان کر دیا ہمارا آپس میں جھگڑے طے کرنے کا۔ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ۔ مدعی کے ذمے ہے کہ وہ گواہ پیش کرے کسی اپنے دعوے میں۔ اگر گواہ وہ پیش کر دے اور گواہوں کی جرح تعدیل کے بعد قاضی فیصلہ کر دے لیکن اگر وہ گواہ نہیں پیش کر سکتا، اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو پھر کیا ہو؟ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ۔ جو آدمی منکر ہے۔ مدعا علیہ ہے وہ قسم کھا جاتے میں نے اس کا قرضہ نہیں دینا یا جو یہ دعوے کرتا ہے، اس میں یہ جھوٹا ہے۔ تو قسم کی صورت میں ہمارے ہاں تو رواج یہ ہے آج کل عام دیہاتوں میں شہروں میں کہتے ہیں جی قرآن کی قسم تو یہ فوراً اٹھا لے گا، کلمہ تو جلدی سے پڑھ لے گا اسے کہو کہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی قسم کھائے کہ میں بیوی کو طلاق دیتا ہوں اگر میں اس معاملے میں جھوٹا ہوں۔

تو عموماً ہمارے بھائی قسم تو کھا جاتے ہیں لیکن بیوی کو طلاق کرتے وقت ذرا سوچتے رہتے ہیں کہ بھائی یہ تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ مسلمان کے چلو پھر کسی کونے میں کچھ تھوڑا سا دین تو ہے کہ بیوی کو طلاق نہیں ہونی چاہیے، جھوٹی قسم کی چلو خیر ہے کوئی بات نہیں —— اس مسئلے پر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو قسم کھانے والا تھا چلو اس پر تو اس کا اعتبار نہ ہوا اس نے کہا کہ تو اللہ کے نام پر قسم تو کھا جائے گا میں تجھے طلاق دینی چاہتا ہوں تو اس کے نزدیک اگر اللہ کے نام کا اعتماد نہیں وہ مجرم اور خطا کار ہے لیکن جو اسے قسم دینے والا ہے اُس کے متعلق بھی جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں اپنی کتاب جامع الصغیر میں کہ یہ بھی منافق ہے۔ اس لئے کہ اس نے بھی خدا کے نام کا اعتبار نہیں کیا۔ چلو وہ قسم کھانے والا تو جھوٹا ہے، اللہ کے نام کو جھوٹا استعمال کرنے والا ہے تو وہ گنہ گار ہے لیکن قسم دینے والے کو تو خدا کے نام پر اعتماد ہونا چاہئے تھا۔ اسے چاہئے تھا کہ چل بھائی تو اللہ کے نام کی قسم کھا جا مجھے اطمینان ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت کے متعلق میں بات عرض کر رہا ہوں۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ اللہ کے نام کا ذکر پیدا ہو جائے آج مجھ میں آپ میں، میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ جتنی آج کل یہ گناہ کی فراوانی ہے، یہ گناہ کے جو طوفان ہیں، یہ گناہ کا طوفان روکنے کے لئے صرف ایک بات ہے۔ اللہ کا ذکر۔ اللہ کا ذکر دلوں میں راسخ ہو جائے پھر کبھی گناہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہوگا بھی تو فوراً توبہ کی توفیق ہو جائے گی۔ یہ جو ہم گناہوں میں غوطے کھا رہے ہیں (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان غوطوں سے بچائے، اور جو ہمارے بچے بچیاں ملوث ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے اور سب کا خاتمہ با ایمان ہو) اس کا واحد علاج اللہ کا ذکر ہے اور کوئی بھی علاج نہیں ہے۔ پڑھنا پڑھانا کیا ہے؟ کتابیں کیا ہیں؟ کتابوں میں کیا ہے؟ کتابیں تو آپ کی رہنمائی کر دیں گی، ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے بتایا جائے کتابیں پڑھ کر کتنے نیک ہوتے ہیں؟ رسالے پڑھ کر کتنے نیک ہوئے ہیں؟ بلکہ تلقین و وعظ کے ساتھ کتنے نیک ہوتے ہیں؟ بڑا کم مسئلہ ہے، اُسی کا وعظ بھی مؤثر ہوگا، اُسی کی تلقین بھی مؤثر ہوگی جو خود عمل کا نمائندہ ہوگا۔ یہ جو ہمارے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یا دوسرے اہل اللہ گذرے ہیں (اب بھی اللہ والے موجود ہیں) جو کہ عمل کا خود مجسم نمونہ تھے، اُن کی زبان سے جو بات نکلتی تھی اس میں اثر ہوتا تھا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے (اقبال)

اور ؏

اَز دل خیزد، بَر دل ریزد

دل سے بات اٹھے گی تو دوسرے دل پر لگے گی۔ اگر دل سے نہیں اٹھتی تو وہ تو پھر تصنع ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: حضرت نوح علیہ السلام

من السماء۔ (ہود)

ترجمہ: کہا میں بہت جلد کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ مجھ کو غرقابی سے بچا لے گا۔

حضرت نوحؑ نے یہ سن کر فرمایا:۔

قال لا عاصم الیوم من امر الله الا من رحم وحال بینھما الموج فکان من المغرقین۔ (ہود)

ترجمہ: آج کوئی خدا کے حکم سے بچانے والا نہیں ہے صرف وہی بچے گا جس پر خدا کا رحم ہو جائے، اس درمیان میں اُن دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ایک ہو گیا۔

کوہ جودی

غرض جب حکم الٰہی سے عذاب ختم ہوا تو سفینۂ نوح "جودی" پر جا کر ٹھہر گیا۔

وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظلمین ۝ (ہود)

ترجمہ: اور حکم پورا ہوا اور کشتی جودی پر جا ٹھہری اور اعلان کر دیا گیا کہ قوم ظالمین کے لئے ہلاکت ہے۔

تورات میں جودی کو اراراط کے پہاڑوں میں سے بتایا گیا ہے۔ اراراط درحقیقت جزیرہ کا نام ہے۔ یعنی اُس علاقہ کا نام جو فرات و دجلہ کے درمیان دیارِ بکر سے بغداد تک مسلسل چلا جاتا ہے۔

پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہو گیا اور ساکنانِ کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اسی بنا پر حضرت نوح (علیہ السلام) کا لقب "ابوالبشر ثانی" یا "آدم ثانی" (یعنی انسانوں کا دوسرا باپ) مشہور ہوا۔ اور غالباً اس اعتبار سے حدیث میں ان کو "اول الرسل" کہا گیا۔ (باقی آئندہ)

ام المومنین
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(مولانا عاشق الٰہی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ ان کا نام ہند تھا ام سلمہ کنیت ہے ان کے باپ ابو امیہ اور والدہ عاتکہ تھیں۔ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ان سے نکاح فرمایا اور ان کو اسی حجرہ میں ٹھیرایا جس میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہا کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک بیٹے کا نام سلمہ تھا۔ (جو ان کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیدا ہوئے تھے) اسلئے ان کو ام سلمہ (سلمہ کی ماں) کہا جاتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سمجھ دار اور دانشمند تھیں۔ حدیثوں کی کتابوں میں ان کی بہت سی روائتیں ہیں۔ انہوں نے مکہ ہی میں اسلام قبول کیا، جب کہ مکہ والے اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم ڈھا رہے تھے ان کے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن اسد (کنیت ابو سلمہ) بھی اسلام کی دعوت شروع ہونے پر مکہ ہی میں دس آدمیوں کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ جب بہت سے مسلمانوں نے مکہ والوں کے ظلموں سے تنگ آ کر حبشہ کو ہجرت کی تو حضرت ام سلمہ اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا۔ پھر حبشہ سے مکہ معظمہ واپس آ گئے اور پھر مدینہ شریف کو ہجرت کی۔

مدینہ شریف کو ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت کا واقعہ بڑا درد انگیز ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمانوں نے (مرد ہوں یا عورت سب ہی نے) اپنا دین وایمان بچانے اور اسلام کو پھیلانے کے لیے جو مصیبتیں سہی ہیں اور جو جو تکلیفیں برداشت کی ہیں ان کا کچھ اندازہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے ہوتا ہے۔ اپنی ہجرت کے واقعہ کو وہ خود اس طرح نقل فرماتی تھیں کہ جب ابو سلمہ نے (اپنے بال بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ کو) ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر مجھے اور سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیئے۔ قبیلہ بنو مغیرہ کو ہمارے روانہ ہونے کی خبر ہوئی تو چونکہ وہ میرے میکہ والے تھے اس لیئے انہوں نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں خود مختار ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے جسے تم شہر در شہر لیئے پھرو۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے اور میرے بچے سلمہ کو زبردستی اپنے ساتھ لے آئے۔ جب میرے سسرال والوں کو اس قصہ کی خبر لگی تو میرے میکہ والوں سے جھگڑنے لگے کہ تم اپنی لڑکی کو رکھ سکتے ہو ہمارے بچے کو ہمارے حوالے کرو، جب تم نے اپنی لڑکی کو اسکے شوہر کے ساتھ نہ جانے دیا تو ہم اپنے بچے کو تمہارے پاس کیوں چھوڑیں؟ یہ کہہ کر وہ سلمہ کو چھین کر لے گئے۔ اب میں اور میرا شوہر اور بچہ تینوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مدینہ پہنچ گئے اور قبا جا کر قیام کیا اور میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بچہ ددھیال میں پہنچ گیا۔ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ روزانہ آبادی سے باہر جاتی اور شام تک رویا کرتی۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ نہ خاوند کے پاس جا سکی نہ بچہ مل سکا۔ ایک روز میرے ایک چچا زاد بھائی نے مجھ پر ترس کھا کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر کیوں رحم نہیں کرتے، اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کیوں اس کو اس کے بچے اور خاوند سے جدا کر رکھا ہے۔ غرض کہ اس نے کہہ سن کر مجھے خاندان والوں سے اجازت دلا دی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جا سکتی ہے۔ جب اس کی خبر بچے کے ددھیال والوں کو لگی تو انہوں نے بچہ بھی مجھے دے دیا۔

اب میں نے تنہا ہی سفر کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچے کو ساتھ لیا اور تنہا سوار ہو کر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئی۔ ۳، ۴ میل چلی تھی کہ مقام تنعیم میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا تنہا کہاں جاتی ہو؟ میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ دوبارہ سوال کیا کوئی ساتھ بھی ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بچہ ہے یہ سن کر عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چل دیے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان سے زیادہ شریف آدمی عرب والوں میں کوئی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اترنا ہوتا تو وہ اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اور جب کوچ کرنے کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتے۔ اور خود وہاں سے ہٹ جاتے جب میں سوار ہو جاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ مجھے مدینہ منورہ تک لے گئے۔ جب ان کی نظر بنی عمر بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قبا میں تھی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارا شوہر یہیں ہے اس کے بعد وہ سلام کر کے واپس گئے۔ (عثمان بن طلحہؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں اسلام قبول کیا)

مدینہ منورہ میں سکونت

مدینہ پہنچ کر اپنے شوہر کے پاس رہنے لگیں اور وہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے کا نام عمر اور ایک لڑکی کا نام درہ اور دوسری کا نام زینب رکھا۔

حضرت ابو سلمہ کی وفات

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں ان کے ایک زخم آیا جو کچھ اچھا ہو گیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دستے کا امیر بنا کر بھیج دیا تھا۔ واپس آئے تو وہ زخم ہرا ہو گیا اور اسی کے اثر سے جمادی الثانی سنہ ۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی عدت گذر جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔ (باقی آئندہ)

تعارف و تبصرہ

(مضطر گجراتی بی۔ اے)

نام کتاب: سیدنا معاویہؓ ــــ شخصیت و کردار جلد اول۔ صفحات ۴۶۴۔ کاغذ سفید مجلد مع گرد پوش قیمت ۹ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

مولف: حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی۔

ملنے کا پتہ: ادارۂ معارف اسلامیہ مبارک پورہ۔ سیالکوٹ (پاکستان)۔

حضرت امیر معاویہؓ جناب رسالتمآبؐ کے جلیل القدر صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی ثقاہت، دیانت، تقوےٰ، علم، عدل، جود و سخا اور خلق و ایمان پر حدیث و سیر کی کتابوں میں بہت سی شہادتیں موجود ہیں۔ اور کبار صحابہؓ و ائمہ اسلام نے آپ کے فضائل کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت حسن بن علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لینا اور آپ کو اپنا امام و امیر مان لینا آپ کی خلافت حقہ کی بین دلیل ہے۔ غور کیجیے کہ جس ہستی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب وحی بنایا اور امین کہا ہو اس کے اعتماد و دیانت میں کون شک کر سکتا ہے حضرت معاویہؓ زبان رسالت سے ہادی و مہدی کے لقب پائے اور حقوق اللہ و حقوق المسلمین کے ادا کرنے میں امام عادل تھے آپ نے تمام خوفناک بغاوتوں کو جو سبائیہ اور خوارج نے ممالک اسلامیہ میں برپا کر رکھی تھیں بڑی خوش اسلوبی سے فرد کر کے سندھ سے لے کر قبرص و قریطہ تک اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ مگر یہ امر کتنا افسوسناک ہے کہ معاندین اسلام نے حضرت معاویہؓ ہی کو بطور خاص طعن و تشنیع کا ہدف بنایا ہے۔ اس کا سبب وہ مکذوبہ اور بے سروپا روائتیں ہیں جو عباسی دور میں امویوں کی دشمنی کے جذبے سے وضع ہوتی رہیں اور بعد میں ہماری تاریخوں میں بار پا گئیں۔ ہمارا پہلا مورخ امام ابن جریر الطبری اپنی تنقیدی نظر کے باوجود اپنی کتاب کو غلط روایات سے محفوظ نہ رکھ سکا اور بقول مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی جو واقعات آغازِ تاریخ اسلام میں پولٹیکل مقاصد کے لئے تراشے گئے تھے، امام طبری نے اپنی کتاب میں داخل کر لئے۔ لہٰذا یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ طبری نے اپنی مبسوط تاریخ میں جو مواد فراہم کیا ہے وہ صحت و خطا کا ملغوبہ ہے۔ انہوں نے جن راویوں سے تاریخی واقعات کی روایت کی ہے۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں جن کی وفات طبری کی پیدائش سے بھی بہت پہلے ہو چکی تھی۔ اس لئے ایسی روایات کسی اصول و ضابطہ سے درجۂ صواب میں نہیں رکھی جا سکتیں۔ غلط روایات اور بے بنیاد الزاموں کی نقل نے بہت سے تعلیم یافتہ مگر کوتاہ نظر اشخاص کو بھی حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگرچہ علماء و صلحا نے وقتاً فوقتاً سبائی منافقین کے زہریلے پراپیگنڈے کا طلسم زائل کرنے کی قابل قدر کوششیں کی ہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر مکیؒ کی تطہیر الجنان، حضرت مجدد الف ثانیؒ کا رسالہ رد روافض، مولانا عبد العزیز پرہاروی کی "ناہیہ عن ذم معاویہؓ"، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی رفع العروش الخاویہ من ادب الامیر معاویہؓ، سید حسین حیدر حسینی (میرٹھ) کا رسالہ تصحیح العقیدہ فی باب امیر المعاویہؓ، مولانا نبی بخش حلوائی (لاہور) کی مبسوط کتاب "النار الحامیہ لمن ذم المعاویہؓ" اور آخر میں مولانا غلام دستگیر نامی کے رسالہ عجالۂ نافعہ حضرت امیر معاویہؓ میں منافقین و مخالفین کے طعن و تشنیع کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ لیکن نفاق و افترا اور کذب و اتہام پر مبنی روائتوں کے جو حجاب اصحاب رسولؐ کے درخشاں کردار پر صدیوں سے گرائے جاتے رہے ان کو چاک کرنے کے لئے یہ گنتی کی کوششیں کافی نہ تھیں۔ اس جہت میں مسلسل قلمی کاوشوں کی ضرورت تھی اور ہے۔ ہمیں بڑی مسرت ہے کہ حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی نے اس اہم ضرورت کے جواب میں کامیابی سے قلم اٹھایا ہے۔ موصوف علمی و دینی حلقوں میں جانے پہچانے موٴلف ہیں۔ زیر نظر کتاب میں انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی شخصیت و کردار کے تمام پہلوؤں پر پورے انصاف اور تحقیق سے روشنی ڈالی ہے اور مشہور متنازع فیہ معاملات کو قوی استدلال سے حل کیا ہے۔ کتاب کا تعارف مشہور عالم دین مولانا امین احسن اصلاحی اور تقریظ شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں صاحب کے قلم سے زیب رقم ہے۔ انداز بیان متین اور سوء ادب یا دلآزاری کے شائبہ سے بالکل پاک ہے۔ اہل علم خصوصاً طلبا کا طبقہ اس سے اسلامی تاریخ کے صحیح واقعات سے آگاہ ہو کر دل و دماغ میں بصیرت کی نئی روشنی محسوس کرے گا۔ علمی و دینی حلقوں کو خاص طور پر فاضل موٴلف کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔

ہم متوقع ہیں کہ تحقیقی ذہن رکھنے والے انصاف پسند اہل قلم حکیم صاحب موصوف کی مثال رکھتے ہوئے اس میدان میں اتریں گے اور نام نہاد تحقیقات کے پردے میں صحابہؓ کی عدالت کو مجروح کرنے والے اور عامۃ المسلمین کو صحابہؓ سے بدظن کرنے والے محققین کی مذموم کوششیں بے اثر بنا دیں گے

بقیہ : درسِ حدیث

کا ایک مجموعہ مرتب ہو چکا تھا جس کا نام تھا "صادقۃ" اور لکھنے کی ضرورت ہی کیا ہوتی وہاں پہ، وہاں سینے تھے، سفینے نہیں تھے وہ تو سینے میں جمع تھیں۔ باتیں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ وہ تو رات دن ان باتوں کو یاد کرتے تھے۔

تو یہ بات میرے دوستو غلط ہے کہ حدیثیں بعد میں مرتب ہوئیں جس طرح صحابہ نے قرآن کو جمع کیا اسی طرح صحابہ نے حدیث کو بھی جمع کیا۔ پھر حدیث کے مختلف دور ہیں، مختلف مراتب ہیں مختلف زبانوں میں حدیث نے جو سفر کیا اس پہ انشاءاللہ میں اگلی صحبت میں عرض کروں گا۔ اللہ مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے

سالانہ امتحان

مدرسہ حنفیہ انوار العلوم رجسٹرڈ راولپنڈی جو کہ فاضل نوجوان حضرت مولانا سید چراغدین مدظلہ کے زیر سرپرستی عرصہ چار سال سے علم و عمل کی ترقی راہ پر گامزن ہے۔ حسب دستور سابقہ مدرسہ ہذا اپنی روایات کو قائم رکھتے ہیں۔ حفظ القرآن کتب عربیہ کے علاوہ شعبہ تجوید و قراءات کا اجراء کیا تھا۔

ابتدائے رجب میں شیخ القراء قاری اظہار احمد صاحب تھانوی صاحب مدرسہ ہذا کے شعبہ تجوید و قراءات کا امتحان سالانہ لیا اور اس شعبہ کے استاذ قاری عبدالرشید فاروقی صاحب کے کام بہت ہی سراہا۔ اور درج ذیل خوش قسمت کو قابل سند قرار دیا۔ قاری سید جماعت علی شاہ صاحب قاری سید نعمت شاہ صاحب (دوم)، قاری محمد طیب صاحب (اول)، قاری سیف الرحمن صاحب (سوم)، قاری عبدالرحمن صاحب قاری سید عبدالحمید شاہ قاری محمد ایوب صاحب قاری حفظ الرحمن صاحب قاری رفیع الدین صاحب

قاری سید جماعت علی شاہ صاحب کی دستار بندی حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہم نے اپنے دست مبارک سے فرمائی چونکہ حضرت مدظلہ عدیم الفرصت تھے اس لئے تبرکاً انہی کی دستار بندی کی

بقیہ طلبہ کی دستار بندی شیخ الحدیث مولانا عبدالشکور صاحب مدظلہ اور استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نے کی۔

امسال مدرسہ ہذا کے شعبہ حفظ سے تین بچے فارغ ہوئے جن میں دو بچیاں ربیعہ تسنیم عمر ۸ سال سعیدہ توصیف عمر ۹ سال نے اس کم عمری میں قرآن کریم کا حفظ مکمل کر کے مدرسہ کی اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت دیا یہ دونوں صاحبزادیاں جناب ابوالقاسم محمد عبداللہ صاحب لیکچرار گورنمنٹ کالج راولپنڈی کی ہیں بعد ازاں مولانا حنیفی صاحب اور جناب محمد اعظم صاحب جنرل اسسٹنٹ، ڈی سی نے اپنے دفتر میں امتحان لے کر ان کو صداقتی انعام کا مستحق قرار دیتے ہوئے اس انعام کے لئے سفارش کی مدرسہ ہذا میں تین صد کے لگ بھگ شہری و بیرونی طلبہ کرام ہیں۔ بیرونی طلبہ کرام کی کفالت مدرسہ ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ ذمہ دار ہے اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے فقط والسلام۔ (سید نعمت شاہ ناظم مدرسہ حنفیہ انوار الاسلام جامع مسجد قاضی نظام الدین راولپنڈی)

سالانہ جلسہ

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی کا سالانہ جلسہ مورخہ ۱-۲-۳ ذوالحج ۸۷ھ ۱-۲-۳ مارچ ۶۸ء بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں مشاہیر علمائے کرام تشریف لا رہے ہیں۔ شائقین حضرات تواریخ نوٹ فرما لیں۔

(محمد قاسم قاسمی ناظم مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی)

اللہ تعالےٰ کا فضل حاصل کرنے کی کوشش کرو

محمد شفیع عمرالدین (میرپور خاص)

ہر فرد و بشر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کا محتاج ہے چار روزہ زندگی کا آرام و سکون اور اطمینان قلب اور دلجمعی کے ساتھ گزر جانا محض اس کے فضل پر مبنی ہے۔ آخرت کی خوشنودی اور جنت کا ملنا بھی اس کے فضل کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر بندے کو چاہیئے کہ وہ ان افعال کو بجا لائے جن کے باعث اس کے فضل کی امید کی جا سکتی ہے۔ اور دونوں جہانوں کی بھلائیاں مل سکتی ہیں۔

دارین کی بھلائی کا دستور العمل

الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ ــــ تا ــــ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ (ہود آیت ۱ تا ۴)

ترجمہ: یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیتیں حکیم خبردار کی طرف سے مستحکم کر دی گئی ہیں، پھر مفصل بیان کی گئی ہیں۔ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ میں تمہارے لئے اس کی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کی طرف رجوع کرو تاکہ تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھا فائدہ پہنچائے۔ اور جس نے بڑھ کر نیکی کی ہو اس کو بڑھ کر بدلہ دے۔ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تمہیں اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت شبیر احمد صاحب عثمانی رح

(کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ .... خَبِیْر) یعنی یہ قرآن مجید وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی و معنوی ہر حیثیت سے جچی تلی باون تولہ پاؤ رتی ہیں نہ اُن میں تناقض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے۔ نہ باعتبار معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ایک حرف پہ نکتہ چینی ہو سکتی ہے۔ جس مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے۔ الفاظ کی قبا، معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن اصول و فروع، اخلاق و اعمال اور قیمتی پند و نصیحت پر یہ آیات مشتمل ہیں۔ اور جو دلائل کو براہین اثبات دعاوی کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق و دلائل ایسی مضبوط و محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ عالم کے مزاج کی پوری تشخیص کر کے اور قیامت تک پیش آنے والے تغیرات و حوادث کو من کل الوجوہ جانچ تول کر ایسی معتدل اور ابدی غذائے روح، مائدہ قرآنی کے ذریعہ پیش کی گئی ہے جو تناول کرنے والوں کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مناسب و ملائم ہو۔ ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ اجمال و ابہام کی وجہ سے کتاب معمہ اور چیستان بن کر رہ جاتی بلکہ معاش و معاد کی تمام مہمات کو کھول کر سمجھایا ہے اور موقع بہ موقع دلائل توحید، احکام، مواعظ، قصص ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ نزولی حیثیت میں بھی یہ حکمت مرعی رہی ہے کہ پورا قرآن ایک دم نہیں اتارا بلکہ وقتاً فوقتاً موقع و مصلحت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ آیات کا نزول ہوتا رہا۔ قرآن میں تمام خوبیوں کو مجتمع دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر حکیم مطلق اور خبیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں جمع نہ ہوں گی تو اور کس کے کلام میں توقع کی جا سکتی ہے؟

(اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ) یعنی اس محکم و مفصل کتاب کے نازل کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے۔ اور اس کے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی عظیم و جلیل مقصد کے لئے پہلے انبیاء تشریف لائے تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ــ تا ــ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (النحل آیت ۵)

(وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا .... اَجَلٍ مُّسَمًّى) یعنی جو کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرے اُسے فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

(وَیُؤْتِ .... فَضْلَہٗ) جو پچھلی تقصیرات معاف کرائے اور آئندہ کے لئے خدا کی طرف دل سے رجوع ہو تو دنیا کی زندگی اچھی طرح گزرے کیونکہ مؤمن قانت خواہ کسی حال میں ہو مگر خدا کے فضل و کرم کی بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہے۔ وہ حق تعالےٰ کی رضا جوئی اور مستقبل کی عظیم الشان خوشحالی کے تصور میں اس قدر مگن رہتا ہے کہ یہاں کی بڑی بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ وہ جب خیال کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہا ہوں۔ جس کا صلہ مجھ کو ضرور ایک دن عرش والی سرکار سے ملنے والا ہے تو اپنی کامیابی اور حق تعالےٰ کے وعدوں پر اعتماد کر کے اس کا دل جوش مسرت سے اچھلنے لگتا ہے اسے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکون قلبی اور راحت باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بے شمار سامانوں اور اموال و خزائن سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض اوقات

تبلیغی اجتماع۔ ۲۴ نومبر ۱۹۶۷ء بروز جمعۃ المبارک منڈی بلی ٹنگ ضلع کوہاٹ میں مولانا قاری عطاء اللہ بغدادی تقریر فرمائیں گے۔ (حافظ خان محمد خان)

یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں
وہ لذت پاتے ہیں جو اغنیا و ملوک اپنے
عیش و تنعم میں محسوس نہیں کرتے۔
ایک محبِ وطن سیاسی قیدی کو اگر
فرض کر لیجئے یقین ہو جائے کہ میری اسیری
سے ملک اجنبیوں سے آزاد ہو جائے گا
اور مجھے قید سے نکلتے ہی ملک کی جمہوریہ کا
صدر بنا دیا جائے گا۔ تو کیا اسے جیل خانہ
کی بند کوٹھڑی میں سرور و اطمینان کی کیفیت
اس بادشاہ سے زیادہ حاصل نہ ہو گی؟
جس کے لئے ہر قسم کے سامان عیش و
طرب فراہم ہیں۔ مگر اندیشہ لگا ہوا ہے
کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر نہایت
ذلت کے ساتھ تخت شاہی سے اُتارا
جانے والا ہے۔ اسی پر دنیا کے جیل خانہ
میں ایک مومن قانت کی زندگی قیاس کر لو۔
(کان ... لکم کبیر) جو جس قدر
زیادہ بڑھ کر عمل کرے اُسی قدر خدا
کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ آخرت
میں اجر و ثواب اور دنیا میں مزید طمانیت
حاصل ہو گی ــــــ

باعمل ایماندار

اللہ تعالیٰ کے فضل سے باعمل ایماندار
بہرہ ور ہوں گے:-
۱- فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ
فَضْلِهٖ (النساء - آیت ۱۷۳)
ترجمہ- پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں
گے اور اچھے کام کئے ہوں گے انہیں
تو ان کا پورا ثواب دے گا- اور انہیں
اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا-
۲- وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ
ـــ تا ـــ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ۝
(الروم آیت ۴۴-۴۵)
ترجمہ- اور جس نے اچھے کام کیئے
تو وہ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں تاکہ
جو ایمان لائے اور اچھے کام کیئے۔ اللہ
انہیں اپنے فضل سے بدلہ دے۔ بیشک
اللہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتا۔
حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل
کے حاصل کرنے کے لئے اوّل شرط ایمان
ہے۔ ایمانداروں کو ہی یہ خوشخبری دی
گئی ہے۔
بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ
صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس آیت ۲)
ترجمہ- جو ایمان لائیں انہیں یہ
خوشخبری سنائیے کہ انہیں اپنے رب کے
ہاں پہنچ کر پورا مرتبہ ملے گا۔
اس کے برعکس کفار کے لئے دائمی
عذاب ہے:-
وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ
وَالْكُفَّارَ ـــ تا ـــ وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُّقِیْمٌ ۝ (التوبۃ - آیت ۶۸)
ترجمہ- اللہ نے منافق مردوں اور
منافق عورتوں اور کافروں کو دوزخ کا
وعدہ دیا ہے۔ پڑے رہیں گے اس میں
وہی انہیں کافی ہے۔ اور اللہ نے ان
پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے
دائمی عذاب ہے۔
لہٰذا ایمان کی نعمت کی بڑی قدر
کرنی چاہیئے اور تادم مرگ اس کوشش
میں لگے رہنا چاہیئے کہ یہ نعمت عظمیٰ
چھوٹنے نہ پائے اور خاتمہ ایمان پر ہو۔
فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۳۲)
ترجمہ- سو تم ہرگز نہ مرنا مگر درانحالیکہ
تم مسلمان ہو۔
(یا اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر کر)
دوسری اہم بات فضلِ الٰہی حاصل
کرنے کے لئے یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ
بجا لائے جائیں۔ یاد رہے کہ اعمال صالحہ
سے مراد وہ نیک اعمال ہیں جن کا ذکر
قرآن مجید اور اس کی عملی شرح حدیث
شریف میں ہے۔ وہ عمل جو قرآن مجید
اور حدیث شریف کے مطابق نہ ہو وہ
ہرگز "اعمال صالحہ" کے زمرے میں نہیں
آتا اور نہ ہی وہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔
اعمالِ صالحہ میں سے سب سے مقدم
ارکانِ خمسہ ہیں کیونکہ ان ہی پر اسلام
کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس لئے اس
بات کی گواہی دینے کے بعد اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،
اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کے بندے آخری رسول صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں، پنجگانہ نماز کے قیام میں
بڑی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسے سب
ارکان بجا لا کر با جماعت مسجد میں حاضر
ہو کر پڑھتے رہنا چاہیئے۔ قیامت کے
دن سب سے پہلے نماز ہی کے بارے
میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا یہ عمل ہماری
نجات کا پہلا زینہ ہے۔ نیز سالانہ زکوٰۃ
کی ادائیگی میں سستی نہ کرنی چاہیئے۔
صاحب نصاب کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں
ہمت سے کام لینا چاہیئے۔
نیز صاحب استطاعت کو حج کا رکن
بلا تاخیر بجا لانا چاہیئے۔ آخری رکن رمضان
کے روزے ہیں جن کی ادائیگی میں بھی
سستی نہ دکھانی چاہیئے۔

دائم النفع تجارت،

لہٰذا جو نیک بخت مومنین اللہ تعالیٰ
کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
انہیں اپنے فضل سے اعمال صالحہ کا اجر
زیادہ دے کر نوازے گا۔
اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ـــ تا ـــ اِنَّهٗ
غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝
(فاطر- آیت ۲۹-۳۰)
ترجمہ- بے شک جو لوگ اللہ کی
کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں
اور پوشیدہ اور ظاہر اس میں سے
خرچ کرتے ہیں جو ہم نے انہیں دیا ہے
وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں کہ اس
میں خسارہ نہیں تاکہ اللہ انہیں ان کے
اجر پورے دے۔ اور انہیں اپنے فضل
سے زیادہ دے۔ بے شک اللہ وہ بخشنے
والا قدر دان ہے۔

باعمل مومنوں کی قدردانی

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ
عَنْ عِبَادِهٖ ـــ تا ـــ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِیْدٌ ۝ (الشوریٰ- آیت ۲۵-۲۶)
ترجمہ- اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی
توبہ قبول کرتا ہے۔ اور ان کے گناہ معاف
کر دیتا ہے۔ اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔
اور ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے
اور نیک کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے
زیادہ دیتا ہے۔ اور کافروں کے لئے سخت
عذاب ہے۔
حاشیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا پیغام
پہنچاتا ہے۔ تم جھوٹ سمجھو یا سچ۔ اس کے
بعد بندوں کا سارا معاملہ خدا سے ہے۔ ہر
ایک بندہ سے دنیا اور آخرت میں اس کے
حال و استعداد کے موافق معاملہ ہوتا ہے۔
توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے
اور باوجود سب کچھ جاننے کے کتنی
برائیوں سے درگذر کرتا ہے۔ جو ایماندار
اور نیک بندے اس کی بات سنتے ہیں وہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

روزہ

قاری فیوض الرحمٰن ایم۔اے۔ پرنسپل اشاعت اسلام کالج۔ جوبلیاں۔ ہزارہ

روزہ کی اہمیت

نماز کے بعد تیسرا رکن روزہ ہے۔ روزے کو صوم کہتے ہیں، صوم کے معنی ہیں باز رہنے اور چپ رہنے کے۔ شریعت کی اصطلاح میں کھانے، پینے اور جنسی تعلقات سے ایک مقررہ وقت تک باز رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے بھی مختلف دنوں میں روزے رکھا کرتے تھے۔ اور رمضان المبارک کے علاوہ کثرت سے شعبان کے مہینہ میں روزے رکھا کرتے تھے۔

روزہ تطہیر نفس کا ایک خاص ذریعہ ہے

روزہ نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ایک خاص ذریعہ ہے۔ جس طرح نماز مسلمانوں کے ظاہری کردار کو درست کرتی ہے، معاشرہ میں وحدت اور دل میں خدا کا خوف پیدا کرتی ہے، روزہ سے نفس کی اندرونی اصلاح ہوتی ہے اور صداقت، قناعت، صبر، ضبطِ نفس، محنت و مشقت کے صفات پیدا ہوتے ہیں۔ قوتِ ارادی بڑھتی ہے۔ دل میں خلوص، تقویٰ، خوفِ الٰہی کے ساتھ ساتھ نفسِ امارہ کو سکون ملتا ہے اور نفس انضباط (پابندی) کا خوگر بنتا ہے۔ در اصل معاشرہ کی اصلاح کے لئے سب سے ضروری چیز نفس کو قابو میں لانا ہے۔ نفس کے بے قابو ہو جانے سے ہی معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ روزہ سے جسم تندرست رہتا ہے اور اسکی اصلاح ہوتی ہے۔

روزے کی فرضیت

روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے جو عاقل، بالغ ہو اور ادا اس وقت ضروری ہے کہ مریض اور مسافر نہ ہو۔ حیض و نفاس کے دنوں میں عورتیں روزہ نہ رکھیں اور ان روزوں کو دوسرے کسی مہینہ میں قضا کرنا فرض ہے۔ اسی طرح سفر، مرض یا کسی مجبوری سے روزہ نہ رکھا جائے تو اس کی قضا کرنا فرض ہے۔

روزے کی حالت میں عمداً کھانے پینے اور جنسی خواہش کو پورا کرنے، اسی طرح حقہ، سگریٹ، بیڑی اور نسوار وغیرہ کے استعمال کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ روزہ توڑنا سخت گناہ ہے جس کا کفارہ ادا کرنا فرض ہے۔ کفارہ یہ ہے دو مہینے روزے رکھے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ اگر زبردستی کوئی شخص منہ میں کوئی چیز ڈال دے یا وقت کے مغالطے میں کھا پی لے تو قضا کرے۔

سرمہ، تیل، ٹھنڈے پانی سے غسل، ٹیکہ یا انجیکشن لگانے اور بلا ارادہ کسی چیز مثلاً دھواں، غبار وغیرہ کے حلق سے اتر جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جن لوگوں میں عمر یا مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں یا اس کا آٹا یا ساڑھے تین سیر کوئی دوسرا غلہ فدیہ ادا کرنا ضروری ہے۔ غلہ کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔

روزہ کے آداب

روزہ میں لڑنے جھگڑنے بد گوئی، چغل خوری گالی گلوچ نیز دوسرے برے اعمال سے احتراز ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:- مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (بخاری)

(جب ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے اور دھوکہ فریب سے باز نہیں آتا تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بھوکا پیاسا رہے۔)

بہت سے لوگوں کو روزہ رکھ کر سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

(اے ایمان والو! جیسے اگلی امتوں پر روزے فرض کئے گئے تم پر بھی فرض کئے گئے ہیں غرض یہ ہے کہ تم متقی (پرہیزگار) بن جاؤ۔

روزہ رکھنے سے پہلے نیت کرے:- وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ (کہ میں خالص اللہ تعالیٰ) کے لئے روزہ رکھتا ہوں اور روزہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔ (اے اللہ! میں نے خالص تیری رضا کے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا۔)

دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور حضوری کا خیال رکھے تاکہ ہر قسم کے معاصی سے پرہیز کرنے میں مدد ملے۔ حدیث میں روزہ کھولنے اور سحری کھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ لیکن اتنا نہیں کھانا چاہیئے کہ ظلمت اور کدورت پیدا ہو (اور روزہ کا مقصد فوت ہو جائے)۔

رمضان المبارک میں بہت زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کرے، قرآن پاک کو اس مہینہ سے خاص مناسبت اس لئے ہے کہ قرآن حکیم تمام پہلے لوح محفوظ پر رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے۔ دنیوی کاموں میں مشغول رہنے پر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ (متفق علیہ)

ترجمہ

”اگر تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ اپنی زبان سے کوئی فحش بات نہ کہے اور نہ جاہلوں جیسا کوئی کام کرے۔ اگر اس سے کوئی لڑے یا گالی دے، تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں“

جس دن شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں یا انتیس کا چاند دکھائی دے یا چاند کا شرعی طریقے سے اعلان ہو جائے روزے شروع ہو جاتے ہیں، چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

چاند دیکھنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ

اے اللہ! اس چاند کو ہم پر خیر و برکت، امن و ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال، اے چاند! میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ اگر رمضان کی انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آئے یا مصدقہ ذرائع سے اس کا اعلان نہ ہو تو تیس روزے پورے کرے۔ (باقی آئندہ)

دعائے صحت

حضرت مولانا سید امین الحق صاحب خطیب جامع مسجد شیخوپورہ اور شاعر اسلام سید امین گیلانی چند دنوں سے صاحب فراش ہیں احباب اور قارئین سے استدعا ہے کہ وہ ہر دو حضرات کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد از جلد صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے۔

۲۸ شعبان المعظم بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم جامع مسجد برن روڈ کرشن نگر لاہور میں مجلس ذکر کرائیں گے۔

بقیہ : اللہ تعالیٰ کا قفل . . . . .

ان کی دعائیں سنتا اور ان کی طاعات کو شرف قبول بخشتا ہے - اور جس قدر اجر و ثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے - رہ گئے منکر اور پکے کافر جنکو مرتے دم تک رجوع و توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی ان کا انجام اگلے جملہ میں مذکور ہے -

دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَالسَّلَامَۃَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَّ الْغَنِیْمَۃَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَّ الْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ - (حصن حصین)

ترجمہ - یا اللہ ! ہم تجھ سے تیری رحمت کے اسباب ، اور مغفرت کے سامان اور ہر گناہ سے حفاظت اور جنت ملنے کی کامیابی اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں -

آمین یا الہ العالمین -

بقیہ : شب برات

کو روزہ رکھتے - چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اس رات حضور صلعم جنت البقیع تشریف لے گئے اور امت کی بخشش کیلئے دعا مانگتے رہے - مزید فرمایا کہ اس رات خداوند تعالےٰ آسمان دنیا پہ نزول فرماتے ہیں اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں گنہگار مسلمانوں کو بخش دیتے ہیں - سُبحان اللہ !

خداوند تعالےٰ تو اس رات رحمت اور بخشش کے دریا بہاتے ہیں اور ہم آتش بازی اور پٹاخوں سے اس کی رحمت روکتے ہیں - کتنا فرق ہے - رہا حلوہ ! حلوہ کھانا گناہ نہیں لیکن اتنا کھانا کہ نیند کا غلبہ آ جائے اور عبادت کے لیۓ گنجائش ہی نہ رہے خدا کی رحمت اور اس رات کی برکات سے محروم رہنے کا موجب ہے - اب ہمیں خود سوچنا چاہیۓ کہ ہم کیا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا محبوب کیا چاہتے ہیں - خدا ہم سب کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے -

تصحیح - ۳ر نومبر ۱۹۶۷ء کے خدام الدین میں صفحہ ۱۷ کے پہلے اور دوسرے کالم میں شائع شدہ اپیل میں سہواً مدرسہ عربیہ دارالعلوم کی بجائے بحر العلوم چھپ گیا ہے - احباب مدرسہ عربیہ دارالعلوم کلور کوٹ ہی تصور کریں

(نور محمد انور)

خطیب پاکستان کی یاد میں جلسہ عام -

خطیب پاکستان کی روح کو ایصال ثواب کے لیۓ ان کے احباب اور متعلقین کا ایک اجتماع ۲۳ ، ۲۴ نومبر ۱۹۶۷ء بروز جمعرات وجمعہ شاہی جامع مسجد شجاع باد میں ہو رہا ہے جس میں مولانا مفتی محمود ، مولانا غلام غوث ہزاروی ، مولانا محمد علی جالندھری ، مولانا قاضی اللہ یار ، مولانا نیاز احمد شاہ ، مولانا عبدالرحمان میانوی ، مولانا عبد القادر آزاد اور دیگر علماء کرام تشریف لا رہے ہیں مرحوم کی رُوح کو ایصال ثواب کے لیۓ قرآن مجید کے کئی ختم کیۓ جائیں گے اور ان کے حالات زندگی سنائے جائیں گے - تمام عقیدت مندوں سے شرکت کی درخواست ہے -

قاری نور الحق صاحب قریشی جانشین خطیب پاکستان شاہی مسجد شجاع باد -

دعائے صحت کے لیۓ اپیل - راولپنڈی کے مشہور اور نامور استاد محترم جناب قاری محمد افضل صاحب ایک عرصہ سے سخت علیل ہیں حال ہی میں آپ کا ایک مقامی ہسپتال میں اپریشن بھی ہو چکا ہے - تاہم صحت انتہائی کمزور ہو چکی ہے - علاج جاری ہے - میں جمعیت اتحاد القرأ کے اراکین اور علماء حضرات سے بالخصوص اور عامۃ المسلمین سے بالعموم پر زور اپیل کرتا ہوں کہ موصوف کے لیۓ صحت کاملہ وشفائے عاجلہ کی خصوصی دعائیں جاری رکھیں -

سالانہ دار المبلغین کا قیام

مرکزی دفتر تنظیم اہل سنت پاکستان نواں شہر ملتان کے زیر اہتمام سالانہ دار المبلغین کا قیام ۱۵ شعبان ۱۳۸۷ھ سے شروع ہو رہا ہے - جس میں مولانا دوست محمد قریشی مولانا عبدالستار تونسوی ، مولانا عبد القادر آزاد مولانا محمد منظور چنیوٹی وغیرہ حضرات مسلک حقہ کی تعلیم دیں گے - ۲۵ رمضان تک اور دلائل پڑھائیں گے - طلباء کے قیام و طعام کا دفتر مرکزی ذمہ دار ہوگا - محمد رمضان ملتانی ناظم دفتر

بچوں کا صفحہ

شب برات کیا ہے

ابوالریاض بہاولپور

آج سے بیس برس پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک استاد نے اپنے شاگرد کو بتایا کہ شب برات کی رات حلوہ اس لیئے پکاتے ہیں کہ اس دن حضور صلعم کے دانت مبارک شہید ہوئے تھے اور حضور صلعم نے نرم غذا کے طور پہ حلوہ کھایا تھا۔ استغفر اللہ!

گر ہمیں مکتب است وایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

کہاں شعبان کی شب برات اور کہاں شوال کی جنگ احد۔ سچ ہے کہ

دروغ گو را حافظہ نہ باشد"

شکر ہے کہ حلوہ تک بات رہی کہیں آتش بازی بھی جائز نہ ہو گئی۔

"برایں عقل و دانش بباید گریست"

ستم یہ ہے کہ حلوہ تو رواج پا گیا مگر رات کا قیام اور نوافل، دن کا صوم و سلام اور قران خوانی یار لوگ گول ہی کر گئے اور جنت البقیع میں جا کر حضور کا امت کی بخشش کا تذکرہ بھول ہی گئے۔

رہی آتش بازی یہ تو بہت ہی نقصان دہ سماجی برائی ہے اور ملک و قوم کو کئی طرح نقصان پہنچاتی ہے۔ آگ لگنے سے جانی و مالی دونوں نقصان ہوتے ہیں اور وقت کا ضیاع اور گناہ کی شامت اس کے علاوہ ہے۔ یہی آتش بازی کئی شرارتوں کو جنم دیتی ہے اور شرارت تھوڑی بھی کئی فتنے پیدا کرتی ہے سچ ہے کہ گھر کو آگ لگا کر تماشہ دیکھنے والی بات ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

ہمارے علماء اور صلحاء حضرات کو اس کا نوٹس لینا چاہیئے اور اپنے اپنے حلقہ میں با اثر لوگوں کو اعتماد میں لے کر اس سماجی برائی کا سد باب کرنا چاہیئے اور اس رات کی اہمیت و فضیلت عوام کے سامنے پیش کرنی چاہیئے۔ گورنمنٹ کی طرف سے آتش بازی پر پہلے ہی قدغن ہے۔

ہمیں اس موقع پر کیا کرنا چاہیئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اسلام میں رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں۔ یہ پندرھویں شعبان کی رات ہے جس میں خداوند تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا تاکہ میں اُسے بخشش دوں۔ ہے کوئی رزق مانگنے والا تاکہ میں اسے رزق دوں۔ ہے کوئی اولاد مانگنے والا تاکہ میں اسے اولاد دوں۔ ہے کوئی صحت مانگنے والا تاکہ میں اسے صحت دوں۔ اور ہے کوئی مصیبت زدہ تاکہ میں اس کی مصیبت دور کروں وغیرہ۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس رات پیدا ہونے والے اور مرنے والے سب لکھے جاتے ہیں۔ اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور رزق نازل کیے جاتے ہیں۔ سچ فرمایا۔ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ اس رات حکمت کے امور موت و حیات اور رزق و پیدائش لکھے جاتے ہیں۔

حضور صلعم پندرھویں شعبان کی رات کو قیام فرماتے اور عبادت کرتے اور دن

قرآن کی باتیں

حافظ محمد ظہور الحق ظہور، اسلام آباد

آؤ مل کر ساتھیو! قرآن کی باتیں کریں
ہم حدیثِ احمدِ ذی شان کی باتیں کریں
سنّت و توحید کی، ایمان کی باتیں کریں
صدق کی، اخلاص کی، ایقان کی باتیں کریں
ہے ہر اک بدعت ضلالت، شرک ہے ظلمِ عظیم
شرک اور بدعات کے نقصان کی باتیں کریں
ہم نے باندھا تھا خدا کے ساتھ جو روزِ ازل
آؤ! اُس توحید کے پیمان کی باتیں کریں
جو نہ ہونے دے کبھی ہم کو شکارِ معصیت
اُس خدا کے خوف اور برہان کی باتیں کریں
جس میں باطل کے سفینے غرق ہو جائیں تمام
اپنے دریاؤں میں اس طوفان کی باتیں کریں
جس کی سیرت مشعلِ رہ ہو ہمارے واسطے
اُس حقیقت آشنا انسان کی باتیں کریں
عمر بھر جس نے کیا چرچا خدا کی شان کا
اُس حبیبؐ کبریا کی شان کی باتیں کریں
تھے علیؓ مرتضیٰ جن کے مشیر و رازدار
اُن ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ کی باتیں کریں
بزمِ دنیا تو بسائی رات دن ہم نے ظہورؔ
آؤ اب کچھ حشر کے سامان کی باتیں کریں

رجسٹرڈ ایل ۔ نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۶۷۶۹-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

ارشاد باری تعالیٰ :-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (پ۲-ع۷)

ترجمہ : اے ایمان والو! تم پر روزے ایسے ہی فرض کئے گئے ہیں۔ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

نقشہ اوقات سحری و افطاری

رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۶۸-۱۹۶۷ء
(برائے شہر لاہور و مضافات)

رمضان المبارک

یوم	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری	صبح صادق و اختتام سحری منٹ	صبح صادق و اختتام سحری گھنٹہ	غروب آفتاب منٹ	غروب آفتاب گھنٹہ	افطاری منٹ	افطاری گھنٹہ
پیر	۴ دسمبر	یکم رمضان	۲۱	۵	۵۹	۴	۱	۵
منگل	۵ //	۲ //	۲۱	۵	۵۹	۴	۱	۵
بدھ	۶ //	۳ //	۲۲	۵	۵۹	۴	۱	۵
جمعرات	۷ //	۴ //	۲۳	۵	۵۹	۴	۱	۵
جمعہ	۸ //	۵ //	۲۳	۵	۵۹	۴	۱	۵
ہفتہ	۹ //	۶ //	۲۴	۵	۵۹	۴	۱	۵
اتوار	۱۰ //	۷ //	۲۴	۵	۵۹	۴	۱	۵
پیر	۱۱ //	۸ //	۲۵	۵	۰	۵	۲	۵
منگل	۱۲ //	۹ //	۲۵	۵	۰	۵	۲	۵
بدھ	۱۳ //	۱۰ //	۲۶	۵	۰	۵	۲	۵
جمعرات	۱۴ //	۱۱ //	۲۷	۵	۰	۵	۲	۵
جمعہ	۱۵ //	۱۲ //	۲۷	۵	۱	۵	۳	۵
ہفتہ	۱۶ //	۱۳ //	۲۸	۵	۱	۵	۳	۵
اتوار	۱۷ //	۱۴ //	۲۹	۵	۱	۵	۳	۵
پیر	۱۸ //	۱۵ //	۳۰	۵	۲	۵	۴	۵
منگل	۱۹ //	۱۶ //	۳۰	۵	۲	۵	۴	۵
بدھ	۲۰ //	۱۷ //	۳۱	۵	۲	۵	۴	۵
جمعرات	۲۱ //	۱۸ //	۳۱	۵	۲	۵	۴	۵
جمعہ	۲۲ //	۱۹ //	۳۲	۵	۳	۵	۵	۵
ہفتہ	۲۳ //	۲۰ //	۳۲	۵	۴	۵	۶	۵
اتوار	۲۴ //	۲۱ //	۳۳	۵	۵	۵	۷	۵
پیر	۲۵ //	۲۲ //	۳۳	۵	۵	۵	۷	۵
منگل	۲۶ //	۲۳ //	۳۳	۵	۶	۵	۸	۵
بدھ	۲۷ //	۲۴ //	۳۴	۵	۶	۵	۸	۵
جمعرات	۲۸ //	۲۵ //	۳۴	۵	۷	۵	۹	۵
جمعہ	۲۹ //	۲۶ //	۳۴	۵	۷	۵	۹	۵
ہفتہ	۳۰ //	۲۷ //	۳۵	۵	۸	۵	۱۰	۵
اتوار	۳۱ //	۲۸ //	۳۵	۵	۸	۵	۱۰	۵
پیر	یکم جنوری	۲۹ //	۳۵	۵	۹	۵	۱۱	۵
منگل	۲ //	۳۰ //	۳۵	۵	۱۰	۵	۱۲	۵

شوال کے روزے

یوم	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری	صبح صادق و اختتام سحری منٹ	صبح صادق و اختتام سحری گھنٹہ	غروب آفتاب منٹ	غروب آفتاب گھنٹہ	افطاری منٹ	افطاری گھنٹہ
بدھ	۳ جنوری	یکم شوال	عید الفطر					
جمعرات	۴ //	۲ //	۳۶	۵	۱۱	۵	۱۳	۵
جمعہ	۵ //	۳ //	۳۶	۵	۱۲	۵	۱۴	۵
ہفتہ	۶ //	۴ //	۳۶	۵	۱۳	۵	۱۵	۵
اتوار	۷ //	۵ //	۳۷	۵	۱۳	۵	۱۵	۵
پیر	۸ //	۶ //	۳۷	۵	۱۴	۵	۱۶	۵
منگل	۹ //	۷ //	۳۷	۵	۱۵	۵	۱۷	۵

روزہ رکھنے کی نیت :- وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ
ترجمہ : اور میں نے ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی

روزہ کھولنے کی نیت :- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ؕ
ترجمہ : اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔

ضروری ہدایات :- لاہور کے علاوہ مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں کے اوقات سحری و افطاری کے لئے لاہور کے اوقات میں مندرجہ ذیل منٹ جمع اور منفی کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔
(۱) جمع سے مراد یہ ہے کہ اس خاص مقام کا وقت لاہور کے وقت میں جمع (+) کر دیا جائے۔
(۲) منفی سے مراد یہ ہے کہ اس خاص مقام کا وقت لاہور کے وقت سے منفی (-) کر دیا جائے۔

مغربی پاکستان کے شہروں کے اوقات کا فرق

نام شہر	فرق از لاہور	نام شہر	فرق از لاہور
ایبٹ آباد	+ ۴ منٹ	سیالکوٹ	- ۲ منٹ
بنوں	+ ۱۶ //	شیخوپورہ	+ ۱ //
بہاول پور	+ ۱۴ //	کراچی	+ ۲۹ //
پشاور	+ ۱۳ //	کوئٹہ	+ ۲۹ //
جہلم	+ ۲ //	کوہ مری	+ ۴ //
جمرود	+ ۱۲ //	کیمبل پور	+ ۹ //
جموں	+ ۲ //	گجرات	+ ۲ //
جھنگ	+ ۸ //	گوجرانوالہ	+ ۴ //
جیکب آباد	+ ۲۴ //	لائل پور	+ ۹ //
حیدر آباد سندھ	+ ۲۳ //	لورالائی	+ ۲۳ //
ڈیرہ اسمٰعیل خاں	+ ۱۵ //	لیہ	+ ۱۳ //
ڈیرہ غازی خاں	+ ۱۴ //	مظفر گڑھ	+ ۱۲ //
راولپنڈی	+ ۵ //	ملتان	+ ۱۰ //
سرگودھا	+ ۵ //	منٹگمری	+ ۵ //
سکھر	- ۱۸ //	میانوالی	+ ۱۱ //

مؤلفہ :- غلام قادر اظہر ریٹائرڈ ہیڈ ڈرافٹسمین خالد منزل ایف ۲۷۵۶ لائن سبحان خاں شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔